حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

247

اپریل ۲۰۰۱ء

- بت شکنی اور **طالبان** — شرعی نقطہ نظر
- قرآن فہمی کے بنیادی اصول، مولانا عبدالغفار حسن کے قلم سے
- **محرم** اور **عاشوراء** صحیح احادیث کی روشنی میں

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ محدث کی ابتداء انڈیا سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والا ایک رسالہ جس کا نام محدث ہی تھا اسی کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ محدث کے ہی نام سے پاکستان میں عظیم اسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیا اور 1979 سے لے کر اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔اور محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ ماہنامہ محدث ہر صاحب علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کے لیے تلوار بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب سے بالاتر ہوکر اسلام کی ابدی تعلیمات کو فروغ دینا

دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع کرنا

قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر کے اسلامی روح کو کمزور کرنے والے عناصر کی بیخ کنی کرنا

علوم جدیدہ سے بہرہ ور کر کے انسانی افکار کو ارتقاء تک لے جانا

اتباع قرآن وسنت کی طرف والہانہ دعوت دینا

وحدت امت کو قائم رکھتے ہوئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار کرنا

اور

صحابہ،تابعین،محدثین اور تمام آئمہ کرام سے محبت کے جذبات کو پروان چڑھانا اس علمی وفکری مجلّے کا شعار ہے

یقینی طور پر ماہنامہ محدث علمی،تحقیقی،معلوماتی اور انتہائی شائستہ زبان رکھنے والے مضامین کا ایک حسین امتزاج ہے

اہم اعلان

معزز قارئین کرام! کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ ویئر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔ یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔ لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔ نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہوگی۔

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ: 20روپے　　زرسالانہ: 200روپے　　بیرون ملک: 20ڈالرسالانہ

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ 200روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

فون نمبرز: 042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔ شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

magazine.mohaddis.com

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث لاہور

حافظ عبدالرحمن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

فہرست مضامین

فکر و نظر

اسلام، بت شکنی اور طالبان — حافظ حسن مدنی — ۲

کتاب و حکمت

فہم قرآن کے بنیادی اُصول — مولانا عبدالغفار حسن — ۲۱

دار الإفتاء

نماز تراویح باجماعت، جن نکالنے کی اجرت — حافظ ثناء اللہ مدنی — ۳۳

اَحکام و شرائع

محرم اور عاشوراء..... صحیح احادیث کی روشنی میں — ڈاکٹر سہیل حسن — ۴۹

مقالات

انبیاءِ کرام کا تشریعی مقام و مرتبہ، فکر رازیؒ سے — ڈاکٹر شبیر منصوری — ۶۱

جلد ۳۳ / شمارہ ۴
محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
اپریل ۲۰۰۱ء

زرِ سالانہ ۲۰۰/روپے
فی شمارہ ۲۰/روپے

بیرونِ ممالک
زرِ سالانہ ۱۵/ڈالر
فی شمارہ ۲/ڈالر

Monthly MUHADDITH A/c No. [illegible]
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ ـے، ماڈل ٹاؤن
54700 ر ح ی
Ph: 5866476, 5866396, [illegible]
Email: [illegible]

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Madani
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

اِسلام، بت شکنی اور طالبان !؟

جب سے طالبان نے افغانستان میں بتوں کو منہدم کرنے کا اعلان کیا ہے، دنیا بھر میں اس کے خلاف شدید ردِّعمل سامنے آ رہا ہے بلکہ بعض لوگوں نے ان بتوں کی خریداری کی پیشکش کی ہے اور بعض نے ان کی حفاظت پر اُٹھنے والے اِخراجات ادا کرنے کی یقین دہانی بھی کرائی ہے۔ کچھ ممالک اگر سفارتی دباؤ سے کام لے رہے ہیں تو بعض دیگر ڈرانے دھمکانے سے بھی نہیں چوک رہے۔ غرور وتکبر میں مبتلا بعض صہیونی عالمی اِداروں نے افغانستان کے ساتھ پاکستان کو بھی مطعون کرنا شروع کر رکھا ہے۔ الغرض مارچ کے پہلے عشرے سے جنوبی ایشیا کے اَخبارات میں بالخصوص اور دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ میں بالعموم اس مسئلہ کے بارے میں اپنے اپنے مفادات اور نظریات کے مدنظر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔

افغانستان کے ساتھ پاکستان میں بھی سفیروں اور عالمی نمائندوں کی آمدورفت زوروں پر ہے۔ اسلام کے بہی خواہ اور طالبان کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق تجاویز و ہدایات پیش کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ پر بعض علمی مباحث نے بھی جنم لیا ہے کہ آیا اسلام میں مجسّموں اور بتوں کو باقی رکھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟۔ دورِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ میں اس بارے میں طرزِعمل کیا رہا ہے اور اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ صہیونی لابی کے آلہ کار عالمی ذرائع ابلاغ کی اسلام کے خلاف شروع کی گئی اس علمی بحث میں مسلمان بھی کود پڑے ہیں۔ یکم مارچ کو بی بی سی کے مکتوبِ پاکستان نامی پروگرام میں بھی اس موضوع پر تشکیک پیدا کرنے اور اسلامی موقف کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق اس رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ مجسمہ وہ ہوتا ہے جس کی پرستش ہو اور اسلام میں صرف وہ بت حرام ہیں جن کی پوجا کی جائے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

> ''مجسمہ اس وقت بنتا ہے جب اس کی پرستش کی جائے، اگر اس کی پرستش نہ کی جائے تو انسانی مجسمہ اور پتھر کے بنے ہوئے گھوڑے اور انگوٹھی پر گڑھے ہوئے پھول میں کوئی فرق نہیں۔ کسی بھی شے کی ٹھوس نقل مجسمہ ہے۔ اگر بت اور مجسمہ میں یہ بنیادی فرق نہ ہوتا تو آج سے ۱۴۰۰ سال قبل نئے عالمی نظام کے قیام کے لئے کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے والے پیغمبر اکرم ﷺ کے وارث

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حضرت عمر بن خطابؓ مصر کی فتح کے بعد سب سے پہلے ابوالہول کے مجسمے کو گراتے جو دریائے نیل کی سرزمین پر اسلام کی آمد سے بھی دو ہزار سال قبل سے ایستادہ تھا۔ ابوالہول ساڑھے تین ہزار سال سے اب بھی سینہ تانے کھڑا ہے۔

مجسمہ اور بت کا جو فرق حضرت عمرؓ بن خطاب کو معلوم تھا وہ افغانستان میں ملا عمر کے برسراقتدار آتے آتے غالباً معدوم ہوگیا ہے۔ اسی لئے گذشتہ دنوں قندھار سے یہ فرمان جاری ہوا کہ تمام بت گرا دیئے جائیں۔ ان میں قبل از اسلام کا مہاتما بدھ کا بامیان میں ایستادہ ۵۰ میٹر طویل پہاڑی مجسمہ بھی شامل ہے جو نہ صرف افغانستان بلکہ عالمی ورثہ ہے۔'' (نوائے وقت: ۳ مارچ، صفحہ آخر)

اسی رپورٹ میں بیسویں صدی کے چند شواہد کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ طالبان کی بت شکن مہم کو اسلام کی حمایت حاصل نہیں بلکہ یہ محض طالبان کی انتہا پسندی کا اِعجاز ہے۔ ان مثالوں میں ۱۹۷۹ء کے انقلابِ ایران کے بعد تختِ جمشید کے پرانے آثار کو جوں کا توں باقی رہنے دینے اور پاکستان میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ تہذیب کے نشانات کی حفاظت وغیرہ کے اقدامات شامل ہیں۔ مزید برآں ۱۹۴۹ء میں چین کے کمیونسٹ انقلاب کے دوران ایک مسجد کے تحفظ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جس کی تعمیر کی نسبت ایک صحابی رسولؐ کی طرف کی جاتی ہے کہ غیر مسلم چینیوں نے اس مسجد کو آج تک باقی رکھا ہوا ہے۔

تھائی لینڈ کی وزارتِ خارجہ نے بت شکنی کی اس مہم کا رخ موڑنے کی کوشش اس انداز میں کی ہے کہ اگر کل افغانستان میں امن قائم ہوجائے تو یہ تاریخی نوادرات غیر ملکی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن کر ملکی آمدنی میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں (نوائے وقت: ۲۸ فروری) بعض نے افغانستان میں قحط کے خاتمے کے لئے ان بتوں کی فروخت کو افغان قوم کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔ اب تک جاپان، ایران، بھارت، نیویارک کی میٹروپولیٹن کونسل اور متعدد عجائب گھروں کی طرف سے ان بتوں کو خریدنے کی آفرز کی جاچکی ہیں۔ اخبارات کے مطابق مولانا سمیع الحق نے بھی طالبان کو ان بتوں کو فروخت کرنے، عجائب گھروں کے حوالے کردینے یا مصر کی مثال سامنے رکھتے ہوئے بطورِ عبرت رکھ چھوڑنے اور ان کی عبادت روک دینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ (نوائے وقت: ۲۸ فروری)

افغانستان میں یہ بت طلوعِ اسلام سے قبل کے ہیں جن میں کابل میوزیم میں ۶۰۰ کے قریب بت اور بامیان میں گوتم بدھ کے ۶۵ اور ۳۴ میٹر اونچے دو مجسّموں کے بارے میں دنیا میں زیادہ تشویش پائی جاتی ہے۔

عالمی صورتحال اور سیاسی حکمت عملی سے قطع نظر پہلے ہم ان صفحات میں ان مغالطوں کا جائزہ پیش کریں گے جو اسلام کے تصورِ اصنام کے بارے میں پھیلائے جارہے ہیں۔ کیونکہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ اسلام کی من مانی تعبیر کرتا پھرے اور مسلمانوں کے اَذہان میں تشکیک پیدا کرے۔

بی بی سی کا یہ دعویٰ مغالطہ آمیز ہے کہ اسلام میں پوجے اور نہ پوجے جانے والے بتوں میں فرق ہے جسے اس نے بت اور مجسّمے کے فرق سے تعبیر کیا ہے۔ اسلام میں اس طرح کی کوئی تقسیم نہیں ملتی۔ بلکہ اسلام میں نہ صرف مجسّموں کی مخالفت کی گئی ہے بلکہ ایسے نشانات یا علامات کو بھی جائز نہیں سمجھا گیا جو مقدس سمجھی جاسکتی ہیں۔ اسلام کی رو سے تصویر جائز نہ ہونے کی اہم بنیاد یہی ہے کہ کل کلاں اس سے عقیدت کا تصور وابستہ ہوکر اس کی پوجا شروع ہوسکتی ہے۔ چنانچہ آج بھی محتاط علماء تصویر کو جائز قرار نہیں دیتے۔ گو کہ اوّلین مرحلہ میں تصویر کو بھی عبادت کے مقصد کے لئے کبھی نہیں رکھا جاتا بلکہ بتدریج اس سے مشرکانہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں جیسا کہ بت پرستی بھی اسی طرح تدریجاً عمل میں آئی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ جس بت کی عبادت نہیں ہوتی، اس کو باقی رکھنے کا جواز ہے۔ بالفرض آج اس کی عبادت نہیں ہوتی لیکن کل کلاں اس کی عبادت شروع ہوجانے کے اِمکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سی بزرگ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی زندگی میں اپنے جیسے انسانوں سے مرادیں مانگنے اور حاجت روائی سے لوگوں کو روکتی رہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے ان سے بھی اس طرح کی عقیدت قائم کرلی اور چند صدیوں کے بعد ان کی عبادت شروع کردی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اس بارے میں 'صنم' سے بھی ایک وسیع تر اصطلاح استعمال کی ہے، اور اس میں صنم سے ملتے جلتے اَلفاظ تماثیل اور اَوثان کے بھی آئے ہیں۔ صنم تو خود تراشیدہ بت اور مورتیوں کو کہتے ہیں جبکہ 'تمثال' کا ترجمہ مورت یا کسی کی مشابہت میں تیار کی جانے والی شے کے ہیں۔ لیکن وَثن کا لفظ اس سے بھی وسیع تر ہے۔ ہر وہ شے جو کسی نیک شخصیت سے منسوب ہوکر احترام اور معبودیت کا مرتبہ پاجائے، اسے وَثن کہا جاتا ہے۔

طبریؒ نے مجاہدؒ سے ذکر کیا ہے کہ 'صنم' اسے کہتے ہیں جو کسی کی صورت پر بنایا جائے جبکہ وثن ان اشیا پر بھی بولا جاتا ہے جو صورتوں کے بغیر احترام کے لائق سمجھی جائیں۔ یعنی وثن کا لفظ صنم سے عام ہے۔ (کتاب التوحید: ص ۶۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب: ج ۱۳ ص ۴۴۲

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہونے والی قبر کے بارے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد ..... اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد (موطأ: ۱/۱۸۲)

''اے اللہ! میری قبر کو ایسی محترم شے نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے..... اللہ تعالیٰ ان قوموں پر بہت ناراض ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''

نبی کریم ﷺ کی قبر نعوذ باللہ آپ کا مجسمہ نہیں ہے لیکن یہ چونکہ رحمت للعالمین سے منسوب زمین کا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ایک حصہ ہے لہٰذا اہل اسلام کو اسے وَثـــن بنانے سے متعکر دیا گیا۔اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (۲۲/۳۰)

''تو 'اَوثان' کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو''

یہاں بھی صنم کی بجائے وثـــن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے اسلامی شریعت مجسّموں اور بتوں سے بھی پہلے غیر اللہ کی عبادت کی طرف لے جانے والی ہر چیز کو حرام قرار دیتی ہے یہی شریعتِ اسلامیہ کا امتیاز ہے کہ وہ نہ صرف برائی بلکہ برائی کے رستوں کا بھی سدباب کرتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:۳۶)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو''

﴿ اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں پر غور نہیں کیا جنہیں کتاب اللہ سے حصہ ملا ہے پھر بھی وہ جِبْـــت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں'' (النساء:۵۱)

طاغوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کے ماسوا کی عبادت کی طرف لے جانے والی ہو جبکہ جبـــت اَوہام وخرافات، ٹونے ٹوٹکے وغیرہ پر اعتقاد کے لئے بولا جاتا ہے۔(مترادفات القرآن :ص۱۸۳)

ان تمام آیات میں ایسی اشیاء کی عبادت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرق نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی سی کا دعویٰ فکری ضلالت کا آئینہ دار ہے جو اسلام سے چور دروازے کھول کر بت پرستی اور طاغوت کی پرستش کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔

اہرامِ مصر اور ابوالہول کا مجسمہ

بی بی سی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''حضرت عمر فاروق نے فتح مصر کے بعد مصر کے بتوں اور مجسّموں کو باقی رکھا۔ مجسمہ اور بت کا جو فرق حضرت عمرؓ بن خطاب کو معلوم تھا وہ افغانستان میں ملا عمر کے برسراقتدار آتے آتے غالباً معدوم ہوگیا ہے۔''

لیکن حقیقت یوں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مصر معاہدۂ جنگ کی صورت میں خلافتِ اسلامی میں شامل ہوا اور اس معاہدۂ جنگ میں یہ بات شامل تھی کہ مصر کے عبادت خانوں کی حفاظت کی جائے گی۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ میں ان عبادت خانوں کو توڑا نہیں گیا۔ اُموی خلیفہ مامون الرشید کے دور میں اہرامِ مصر کو منہدم کرنے کا منصوبہ پیش کیا گیا، جس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔سب سے پہلے تو اہرامِ مصر کے بارے میں پڑھئے:

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وقد ذكر أن بعض ملوك الاسلام شرع يهدم بعضها فإذا خراج مصر لا يفئ بقلعها وهي من الحجر والرخام وأنها قبور لملوك وكان الملك منهم إذا مات وضع في حوض من حجارة ويسمى بمصر والشام الجرون وأطبق عليه ثم بنى من الهرم على مقدار ما يرون من ارتفاع الأساس ثم يحمل الحوض ويوضع وسط الحرم ثم يقنطر عليه البنيان ثم يرفعون البناء على المقدار الذي يرونه ويجعل باب الهرم تحت الهرم ثم يحفرله طريق في الأرض ويعقد أزج طوله تحت الأرض مائة ذراع أو أكثر ..... الخ

''بعض مسلمان بادشاہوں نے اہرامِ مصر کو منہدم کرنا شروع کیا لیکن اس انہدام کے مصارف مصر سے حاصل ہونے والے کل خراج سے بھی زیادہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہرام مصر پتھروں اور عظیم چٹانوں سے تعمیر کئے گئے۔ دراصل یہ شاہانِ مصر کی قبریں ہیں۔ بادشاہ جب مرجاتا تو اسے پتھروں کے ایک حوض کے درمیان رکھ کر اوپر سے ڈھانپ دیا جاتا (مصر اور شام میں اسے 'جرون' کہا جاتا ہے)۔ پھر وہ جتنا بلند چاہتے، ایک مضبوط حصار تعمیر کرتے، پھر اس حوض کو اٹھا کر اس ہرم کے درمیان رکھا جاتا۔ پھر اس کی بنیادوں پر پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جاتا۔ اس کی بنیادیں وہ اس قدر اونچی کرتے جتنا وہ چاہتے۔ ہرم کا دروازہ ہرم کے نیچے کی سمت بنایا جاتا، اس کا راستہ زیر زمین اس قدر طویل کھدوایا جاتا کہ وہ زمین کے اندر ۱۰۰ ہاتھ یا اس سے زیادہ گہرا ہوتا۔ ہر ہرم کا دروازہ اسی انداز پر تعمیر ہوتا۔ اور یہ لوگ اس تک پہنچنے کے پر پیچ راستے تعمیر کرتے جب اس سے فارغ ہوتے تو اوپر سے نیچے کی طرف کھدائی کرتے۔ یہ مصری بادشاہوں کی عادت تھی اور اس سے ان کی قوم کی اطاعت پسندی، صبر اور قوت کا پتہ بھی چلتا ہے'' (کتاب المواعظ والاعتبار للمقریزی: ۱/۱۱۵)

اس کے اِخراجات اور اس بارے میں کی جانے والی کوششوں کا تذکرہ ابوالحسن مسعودی نے بھی اپنی کتاب 'اَخبار الزمان' میں کیا ہے:

''خلیفہ مامون الرشید جب مصر آیا اور اس نے اَہرام مصر دیکھے تو انہیں منہدم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسے کہا گیا کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے لیکن خلیفہ اپنے عزم پر قائم رہا۔ چنانچہ آگ کے بڑے الاؤ جلائے گئے، سیسہ اور تانبا پگھلایا گیا، لوہاروں اور معماروں کی ایک بڑی جماعت کو اس کام میں لگایا گیا حتیٰ کہ اس پر بہت سا مال صرف ہوا۔ انہوں نے ۲۰ ہاتھ کے قریب دیواروں کی چوڑائی پیمائش کی۔ حتیٰ کہ جب وہ دیوار کے آخر تک پہنچے تو وہاں انہیں بڑی تعداد میں سونے کے سکے ملے، ایک ہزار دینار کے قریب جن میں ہر ایک کا وزن ایک اوقیہ تھا۔ مامون ان سکوں کی صفائی اور سونے کا معیار دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ تب اس نے اس مہم پر صرف ہونے والے اخراجات کا اندازہ لگایا تو وہ اخراجات متوقع سونے کی مالیت سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ مامون شاہانِ مصر کے یہ انتظامات دیکھ کر حیران وششدر رہ گیا اور اس نے یہ سونا ملکی خزانے میں جمع کرا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے اس مہم کو بند کروادیا'' (بحوالہ المواعظ والا اعتبار للمقریزی: ص۱۱۳)

''یہی کوشش بعدازاں سلطان صلاح الدین ایوبی کی بیٹے عثمان نے بھی کی۔ اس نے پتھر توڑنے والوں کی جمعیت اکٹھی کی، اور فوج کو بھی اس میں شریک کیا۔ ۸ ماہ یہ لوگ اس مہم میں لگے رہے لیکن مال اور تدبیر کے بیش بہا نقصان کے پیش نظر آخر کار اس کو ترک کردیا''۔ (ص۱۱۵،۱۲۱)

ان میں سے ایسے بت جو توڑے جاسکتے تھے، انہیں خلیفہ مامون نے طویل محنت ومشقت کے بعد منہدم کروادیا۔ منہدم ہونے والے ان بتوں میں وہ عظیم الجثہ زنانہ مجسمہ بھی شامل تھا جو دریائے نیل کے دوسرے کنارے فسطاط میں نصب تھا۔ کتب تاریخ میں اس کے بارے میں جو حالات بیان کئے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجسمہ غالباً آئیس (Isis) دیوی اور اس کے بچے ہورس (Horus) کا تھا۔ اس بت کی پشت دریائے نیل کی طرف تھی۔ اسے دریائے نیل کی طغیانی سے بچانے والا بت تصور کیا جاتا تھا۔ اس بت کو توڑ کر اس کے پتھر مسجد کی تعمیر میں لگا دیئے گئے'' (ایضاً: ص۱۱۸)

کتب تاریخ کے ان اقتباسات سے اہرامِ مصر کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ مصر کے بت اور مجسّمے گرانے کی کوششیں تو کئی بار کی گئیں لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ اب بیسویں صدی میں جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے اَہرام مصر کو توڑا پھوڑا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اہرامِ مصر کی مکمل دریافت بھی بیسویں صدی کے اوائل میں ہوئی، جس کے بعد اس میں دفن خزانوں کو لوٹنے کے لئے حرص کے مارے لوگوں میں ایک مقابلہ شروع ہوگیا۔ ان اَہرام نے بہت افراد کی جانیں بھی لیں اور بہت لوگ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے یہاں سے بڑی تعداد میں مجسّمے نکال کر مصری عجائب گھر اور دنیا کے بڑے میوزیم میں بھی سجائے گئے۔ اب جبکہ وہ مسائل باقی نہیں رہے جن کی بنا پر اہرامِ مصر کے مجسّموں کو توڑا نہ جاسکا تھا تو مسلم حکمرانوں میں اطاعت اور اسلام کی پیروی کا وہ جذبہ ہی سرد پڑ چکا ہے اور تمام مسلم دنیا مغرب کے سیاسی یا فکری استعمار کا شکار ہے لہٰذا آج مصر میں یہ مجسّمے بڑی تعداد میں عجائب گھروں کی زینت بنے نظر آتے ہیں۔

أبـو الهـول : بی بی سی کی رپورٹ میں ابوالہول (Sphinx) کے مجسّمے کی بات کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر فتح کیا تو اس عظیم بت کو منہدم نہیں کیا گیا اور وہ بت آج تک باقی چلا آرہا ہے۔

ابوالہول کا مجسمہ ۳۹ میٹر اونچا اور ۲۰ میٹر چوڑا ہے، جس کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا سا ہے۔ اس کے بارے میں روایات یہ ہیں کہ یہ صرف ایک مجسمہ نہیں تھا بلکہ اس طرح ایک انسان کو سزا دی گئی تھی کہ شیر کے دھڑ میں اس کے جسم کو چنوا کر اسے قابل عبرت بنادیا گیا تھا۔ تاریخی لحاظ سے یہ مقامِ تعظیم (عبادت) نہیں بلکہ مقام عبرت ہے۔ کیونکہ یہ کسی بزرگ ہستی کی یاد میں پتھروں کی مورت نہیں بلکہ ایک جیتے جاگتے انسان کو سزا دینے کی یادگار ہے۔ چنانچہ اس سے تعظیم کے اثرات کی بجائے خوف وہیبت کے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اَثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ 'اُردو دائرۂ معارف' میں ابوالہول کا ترجمہ 'خوف کا باپ' کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ''عرب اسے وہم آمیز خوف کے ساتھ دیکھتے تھے''۔ (جلد ۱، ص ۹۳۱)

جیتے جاگتے انسانوں کے نقش اور مجسّمے میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممیوں کو بتوں اور مجسّموں کے حکم میں نہیں لایا جاتا۔ فرعونِ موسیٰ کی ممی آج تک بطورِ عبرت موجود ہے اور ابوالہول کے بارے میں کسی نے بت کا سا حکم اختیار کرنے کا خیال پیش نہیں کیا۔ بعض لوگوں کو اس کے باوجود یہ خیال گزرا کہ لوگ اس سے بت پرستی میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو انہوں نے انفرادی طور پر اس کو منہدم کرنے کی کوششیں کیں۔ تاریخ نگار المقدسی کے بیان کے مطابق انہی کوششوں سے ۹۸۵ء میں اس کا چہرہ صحیح سالم نہ رہا۔ مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء میں شیخ محمد صائم الدہر نے مجسّموں کو ختم کرنے کی مہم میں اس کو بھی توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن اس میں وہ پوری طرح کامیاب نہ ہوا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک اس کی ناک کا بہت مختصر ہونا اور چہرے کا مسخ ایسی ہی کوششوں کی بنا پر ہے۔

مصر کی فتح..... معاہدۂ صلح کے ذریعے

بعض لوگوں نے اپنی بات میں رنگ بھرنے کے لئے مصر کی فتح کو دورِ نبویؐ کا واقعہ بتلایا ہے لیکن یہ صریح تاریخی مغالطہ ہے کیونکہ مصر دورِ فاروقی میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں ۲۰ ہجری میں خلافت ِاسلامیہ میں داخل ہوا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بی بی سی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مصر فتح کیا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مصر فتح ہو کر اسلامی خلافت میں شامل نہیں ہوا جس طرح دوسرے علاقے مفتوح ہوتے ہیں بلکہ مصر معاہدہ صلح کی صورت میں خلافت ِاسلامیہ کا حصہ بنا۔ مفتوح ہونے والے اور معاہدے کی صورت میں اسلام لانے والے ہر دو سے غالب آنے والے کا برتاؤ مختلف ہوتا ہے۔ معاہدے کی صورت میں غلبہ پانے والے معاہدہ کی شرائط کے پابند ہوتے ہیں۔ اس بنا پر بالفرض اگر ابوالہول کا مجسمہ ایک بت بھی ہوتا تو ممکن تھا کہ معاہدہ کی شرائط کی پاسداری میں اسے باقی رہنے دیا جاتا۔ چنانچہ مستند کتبِ تاریخ میں ان شرائط معاہدہ کا تذکرہ یوں ملتا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم ، هذا ما أعطى عمرو بن العاص أهل مصر من الأمان على أنفسهم وملّتهم وأموالهم وكنائسهم وصُلُبِهم وبرهم وبحرهم لا يدخل عليهم شيئ من ذلك ولا ينتقض (النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة : ۱/۲۵)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ عہد نامہ ہے جس کی رو سے عمروؓ بن العاص نے اہل مصر کی جانوں، اَدیان، اَموال، کنیساؤں اور ان کی صلیبوں اور ان کے بحر و بر کو اَمان دی۔ ان چیزوں کے بارے میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی اور اس عہد نامہ کو توڑا نہیں جائے گا..... الخ''

اس عہد نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصر اسلامی قلمرو میں 'اہل ذمہ' کی حیثیت سے ۲۰ھ میں داخل ہوا اور

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ان کے عبادت خانوں کی حفاظت کا معاہدہ کیا گیا۔ آہستہ آہستہ اسلام زور پکڑتا گیا اور ملکی داخلی تبدیلی کے نتیجے میں مصر میں چند صدیوں کے بعد اسلامی حکومت قائم ہوئی جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

معاہدے کی صورت میں مغلوب ہونے والے اہل خیبر کی زمین کا معاملہ بھی اس بارے میں کافی دلیل ہے کہ خیبر جب فتح کیا گیا تو اہل خیبر سے انکی ساری زمینیں چھینکر مالِ غنیمت کا حصہ نہیں بنائی گئیں بلکہ ایک حصہ شرائطِ معاہدہ کے تحت انکے قبضہ میں ہی رہنے دیا گیا جس میں وہ کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ بعدازاں حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں حدیثِ نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے ان یہودیوں کو جلاوطن کیا۔

دراصل بی بی سی کے مبصرین اسلام کی درست ترجمانی کی بجائے اسلامی شریعت کو توڑ مروڑ کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ سادہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔ اگر یہ لوگ واقعتاً اسلام کی درست ترجمانی کرنا چاہیں تو اس کے لئے زیادہ واضح مثال دورِ عمرؓ کی بجائے خود دورِ نبویؐ میں موجود ہے اور وہ بھی ایسی صورت میں جب مقابلے میں آنے والے مفتوح ہوئے ہوں نہ کہ کسی معاہدے کی بنا پر انہوں نے اطاعت اختیار کی۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ ہے۔ اگر بتوں کو محفوظ رکھنے اور ان کا اعزاز واکرام برقرار رکھنے کے لئے اسلام آیا ہوتا تو نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ضرور بتوں کے بچاؤ اور ان کی حفاظت کی تدبیر/رعایت فرماتے۔ کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر مفتوحین سے، دیگر مفتوحین کے مقابلے میں مختلف سلوک والی کئی رعایتیں کی گئی تھی جن میں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مکہ کو جنگی یورش کے نتیجے میں فتح کیا گیا لیکن کسی کو لونڈی غلام نہ بنایا گیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کو 'عتقاء' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ مکہ کی زمین کو فاتحین میں تقسیم نہ کیا گیا۔

۳۔ اہل مکہ کے ساز وسامان کو مالِ غنیمت بنا کر اس کے حصے بھی تقسیم نہیں کئے گئے۔

۴۔ اہل مکہ کے سردار ابوسفیان کو سزا دینے کی بجائے ان کے گھر کو جائے امان قرار دیا گیا۔

۵۔ مکہ والوں کے ظلم وستم اور متعدد جنگی تدابیر میں ملوث ہونے کے باوجود ان سب کے لئے عام معافی کا اعلان کیا گیا۔

فتح مکہ اور بت شکنی کی مہم

فتح مکہ میں دوسری جنگوں کے بالمقابل متعدد مخصوص اَحکام کی رعایت کی گئی۔ اگر اس بات کی کوئی گنجائش ہوتی کہ وہاں بتوں کو بچایا جاسکتا تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کا بھی حکم فرماتے۔ لیکن آپؐ نے جنگ سے فارغ ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ بیت اللہ کے اندر حضرت علیؓ کی معیت میں تشریف لے گئے اور خود اپنے دستِ مبارک سے ۳۶۰ بتوں سے بیت اللہ کو پاک کرنا شروع کیا۔ بیت اللہ میں بعض بت

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس قدر اونچے تھے کہ آپؐ کی لاٹھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی چنانچہ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ آپؐ میرے کندھوں پر سوار ہو کر بلند ہو جائیں اور بت گرا دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''علیؓ! تم نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، آؤ میں تمہیں بلند کرتا ہوں اور تم انہیں گرا دو''

یاد رہے کہ ان بتوں میں آپ کے جدامجد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بت بھی تھے۔ (الرحیق المختوم اردو: ص۲۵۲) اگر اسلام میں بتوں کا کوئی جواز ہوتا تو آپ کائنات کی مقبول ترین ہستی حضرت ابراہیمؑ کا بت ضرور بچا لیتے، لیکن لمحے بھر کو بھی ایسا شائبہ وہاں پیدا نہ ہوا۔ اور آپؐ کعبہ کو بتوں سے پاک صاف کر کے نکلے۔

اگر بتوں کی عبادت ہی ان کو گرانے کا سبب ہوتی تو مکہ میں غلبہ اسلام کے بعد صنم پرستی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ اس امکان کے باوجود آپؐ کا بتوں کو گرا دینے کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ اسلام میں بتوں کے لئے اس طرح کی کوئی تفریق نہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے یا نہیں؟

ممتاز سیرت نگار ابن ہشامؒ اپنی کتاب میں باسند بیان کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے کہ

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپؐ اونٹنی پر سوار تھے، اس پر بیٹھے بیٹھے طواف کیا، بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جمے ہوئے بت نصب تھے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپؐ بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے اور فرماتے جاتے: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ''حق آ گیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل زائل ہونے اور جانے والا ہی تھا'' چنانچہ ہر بت جس کی طرف آپ اشارہ کرتے جاتے وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ کرتے وہ چہرے کے بل خود بخود گرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ کوئی بت بھی باقی نہ رہا جو گر نہ گیا ہو'' (صحیح مسلم، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة: حدیث ۴۶۰۱ اور سیرت ابن ہشام مترجم از مولانا غلام رسول مہر، ص۴۸۴)

حافظ ابن کثیرؒ سیرتِ ابن ہشامؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو اس میں ملائکہ وغیرہ کی تصاویر دیکھیں، ابراہیم کی تصویر دیکھی، ان کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ انہیں غارت کرے، انہوں نے ہمارے جدامجد کو فال گر بنا دیا، ابراہیم کو فال گیری سے کیا نسبت؟ ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے پھر آپؐ کے حکم سے سب تصاویر مٹا دی گئیں'' (سیرت النبی ترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی: ج۲، ص۳۹۶)

اس کے بعد امام احمدؒ کے حوالے سے حضرت جابرؓ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ کعبہ کے اندر تصویریں منقش تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے مٹانے کا حکم دیا تو حضرت عمرؓ نے کپڑا تر کر کے ان کو مٹا دیا، رسول اللہ ﷺ بعد میں اندر آئے تو اس میں کوئی تصویر نہ تھی۔''

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی اپنے صحابہ کو ہدایت کا تذکرہ امام نسائیؒ نے کیا ہے :

عن أبی الطفیل قال لما فتح رسول اللہؐ مکة بعث خالد بن الولید إلی نخلة وکانت بها العزی فأتاها خالد وکانت علی ثلاث سمرات فقطع السمرات و هدم البیت الذی کان علیها، ثم أتی النبیؐ فأخبره فقال "ارجع فانك لم تصنع شیئا" فرجع خالد، فلما أبصرته السدنة وهم حجبتها أمعنوا فی الحیل وهم یقولون: یاعزی، یاعزی فأتاها خالد فإذا امراة عریانة ناشرة شعرها تحثوا التراب علی رأسها فغمسها بالسیف حتی قتلها، ثم رجع إلی رسول اللہؐ فأخبره فقال تلك العزی (تفسیر ابن کثیر: ج۴،ص۳۹۴)

''جب نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کیا تو خالد بن ولید کو نخلہ مقام پر بھیجا وہاں پر عزیٰ (نامی عورت تھی جس کی عبادت کی جاتی) تھی۔ خالد وہاں پہنچے تو وہاں ببول کے تین درخت تھے، آپ نے انہیں کاٹ دیا اور ان پر قائم عمارت کو ڈھا دیا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کو آ کر اپنا کارنامہ ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ تم کچھ بھی کر کے نہیں آئے۔ تو حضرت خالدؓ دوبارہ لوٹے، جب ان کو مجاوروں نے دیکھا تو ان سے مکروفریب کرنے لگے اور یا عزیٰ یا عزیٰ پکارنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے قریب آ کر دیکھا تو ایک ننگی عورت اپنے اوپر مٹی ڈالے ہوئے تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے (جس طرح ہمارے ہاں ملنگ زمین میں لیٹے ہوتے ہیں) آپؓ نے اس کو تلوار چبھوئی اور اپنی تلوار سے اس کو قتل کر دیا، واپس جا کر نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا: ''عزیٰ یہ تھی''۔

تفسیر ابن کثیر میں سورۂ نجم کی آیات ﴿اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰی﴾ کے تحت نبی کریم ﷺ کی بت شکن مہم کا تذکرہ بالاختصار یوں ہے:

''قبیلہ ثقیف کے بت 'لات' کو ڈھانے کے لئے نبی کریم نے مغیرہ بن شعبہؓ اور ابوسفیانؓ صخر بن حرب کو طائف بھیجا جنہوں نے اس کو ڈھا کر اس جگہ مسجد تعمیر کر دی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بت حضرت علیؓ کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اسی طرح ذوالخلصة نامی بت جسے لوگ دوسرا کعبہ کہا کرتے تھے، کو نبی کریم ﷺ نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ کے ہاتھوں فنا کروایا۔ فلس نامی بت حضرت علیؓ نے توڑا اور یہاں سے دو تلواریں رسوب اور مخزم لے کر گئے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں ہی عطا کر دیں۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن کا بت خانہ صنعاء میں ریام کے نام سے تھا جس میں ایک سیاہ کتا بھی تھا، اس بت خانہ کی بھی آپؐ نے اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ رضا نامی بنو ربیعہ بن سعد کا بت خانہ مستوغر بن ربیعہ بن کعب نے ڈھایا..... الخ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر مترجم: ج۵،ص۲۱۰)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بت شکنی کے لئے خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

روانہ فرماتے رہے اور جزیرۂ عرب کے نامور بت خانوں کو آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں منہدم کرا دیا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كان رسول اللهﷺ في جنازة، فقال:أيكم ينطلق إلى المدينة فلا يدع بها وثنا إلاكسره ولا قبرا إلاسواه ولا صورة إلا لطّخها؟ فقال رجل: أنا يارسول الله فانطلق فهاب أهل المدينة فرجع، فقال علي: أنا أنطلق يارسول الله، قال فَانْطَلِقْ فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ فقال: يارسول الله! لم أدع بها وثنا إلا كسرته ولا قبرا إلا سويته ولا صورة إلا لطختها، ثم قال الرسولﷺ: من عاد إلى صَنعة شيئ من هذا فقد كفر بما أنزل على محمد رواه أحمد بإسناد حسن (مسند احمد:ج۲، ص۸۷.....مجمع الزوائد: ج۵،ص۱۷۳.....فقہ السنہ:۴۹۹/۳)

''نبی کریم ﷺ ایک جنازہ میں تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کون آدمی ہے جو مدینہ میں جائے وہاں کوئی بت (وثن) نہ چھوڑے مگر اس کو توڑ دے، کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑے مگر اس کو زمین سے ملا دے، کوئی تصویر نہ دیکھے مگر اس کو مٹا ڈالے۔ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں یہ کام کروں گا۔ یہ آدمی چلا گیا لیکن اہل مدینہ نے اس کو اس کام سے ڈرایا تو وہ گھبرا کر واپس لوٹ آیا۔ تب حضرت علیؓ نے کہا کہ میں یہ کام کرتا ہوں۔ آپؐ نے کہا: جاؤ تو حضرت علیؓ گئے اور کچھ دیر بعد واپس لوٹ آئے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس میں کوئی وثن نہیں چھوڑا اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اسے زمین سے برابر کر دیا، کوئی تصویر نہ چھوڑی مگر اس کو مٹا ڈالا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بھی ایسے برے کام پھر کئے تو گویا اس نے شریعتِ محمدیؐ سے کفر کیا''

حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ابوالہیاج اسدی کو خود اس کام کے لئے مامور کیا اور فرمایا:

ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول اللهﷺ؟ ألَّا تدع تمثالا إلا طمسته، ولا قبرا مشرفاً إلا سويته (صحیح مسلم، باب الأمر بتسوية القبر: حدیث ۹۶۹)

''کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے مجھے مامور فرمایا تھا، وہ یہ کہ تو کوئی تمثال (مجسمہ) نہ چھوڑ مگر اس کو مٹا ڈال اور کوئی عالیشان قبر نہ چھوڑ مگر اس کو برابر کر دے''

سرزمین اسلام میں بتوں کو باقی رکھنا اور نمایاں کرنا

اسلامی شریعت کی روشنی میں یہ بات تو بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ اسلام میں بتوں کا کوئی جواز نہیں ملتا اور مسلمانوں کو بتوں کے باقی رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جہاں تک اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کا تعلق ہے کہ انہیں بت پرستی کی کس حد تک اجازت دی جاسکتی ہے یا غیر مذاہب کے عبادت خانوں کے بارے میں اسلام کیا نقطہ نظر رکھتا ہے۔ تو اس بارے میں چند نکات درج ذیل ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے قاہرہ کے کنیساؤں (گرجاؤں) کو عیسائیوں کے لئے عبادت گاہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے طور پر کھولنے کے بارے میں پوچھا گیا، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ کنیسے دورِ فاروقی اور خلافتِ راشدہ میں موجود تھے اور انہوں نے ان کو منہدم نہیں کیا تو علامہ ابن تیمیہؒ نے اس نکتے کی وضاحت میں فرمایا:

''اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کہ قاہرہ میں دورِ فاروقی میں یہ کنیسے موجود تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ قاہرہ کا شہر حضرت عمرؓ کے تین سو سال بعد، بغداد، بصرہ، کوفہ اور واسط کے بعد بسایا گیا۔

مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شہر مسلمان تعمیر کریں تو اہل ذمہ اس میں اپنا معبد خانہ تعمیر نہیں کر سکتے، جن شہروں کو مسلمان معاہدۂ صلح کی صورت میں فتح کریں اور ان میں وہ سابقہ معبد خانوں کی حفاظت کا معاہدہ کریں اور مزید بنانے سے روک دیں تو اس مقام پر بھی مزید معبد خانے تعمیر نہیں کئے جاسکتے۔

اس طرح جن شہروں میں مسلمان رہتے ہوں اور ان میں مسلمانوں کی مساجد ہوں، اسلامی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ وہاں شعائرِ کفر کو ظاہر کرنے[1] سے غیر مسلموں کو روکے، ہاں وہ اندرونِ معبد خانہ اپنے شعائر نمایاں کر سکتے ہیں۔

غیر مسلموں کے بعد مصر کے جو حکمران آئے وہ غالی رافضہ (جو اپنے اماموں میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا عقیدہ رکھتے) تھے جن کا دورِ حکومت دو سو سال سے زیادہ ہے، یہ لوگ بھی صرف ظاہراً اسلام کے نام لیوا تھے اور اندر سے کفر محض چھپائے ہوئے تھے۔ ان روافض کے بارے میں مسلمان عوام، بادشاہ اور فقہاءِ اسلام کا اتفاق رہا ہے کہ یہ اسلام سے خارج ہیں اور ان سے لڑائی کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تاتار کو مسلمانوں سے جنگ پر اُکسایا۔ ان غالی بادشاہوں کے وزرا کبھی یہودی رہے ہیں کبھی عیسائی، جنہوں نے ارضِ مصر میں بہت سے کنیسے تعمیر کئے۔ ان کے دور میں مصر میں عیسائیوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ساحل شام اپنے قبضہ میں لے لیا حتیٰ کہ نورالدین زنگیؒ نے اسے بازیاب کرایا۔ صلاح الدینؒ کی جنگی کارروائیوں کے نتیجے میں آخر مصر ۱۲ ویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے زیرِ نگیں آیا''

(اقتباسات فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۲۸، ص ۶۳۲ تا ۶۳۹)

علامہ ابن تیمیہؒ کا یہ قول کہ دارالاسلام میں غیر مسلموں کے معبد خانے نہ ہوں، نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی بنا پر ہے:

۱۔ لاخصاء فی الاسلام ولا کنیسة ''اسلام میں خصی ہونے کی اجازت ہے نہ کنیسا کی''

(کتاب الاموال از ابوعبید قاسم بن سلام، ص: ۱۳۷)

۲۔ اسی طرح طاؤسؒ فرماتے ہیں:

لا ینبغی بیت رحمة أن یکون عند بیت عذاب (ایضاً: ص ۱۳۸)

''جائز نہیں کہ بیتِ رحمت (مسجد) کے ساتھ بیت عذاب (غیر مسلموں کے معبد خانے) ہوں''

(۱) سنا ہے کہ طالبان نے شاہراہوں کے بتوں کو تو گرایا، اندرون معبد خانہ کارروائیاں نہیں کیں۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہی بات علامہ ابن قیمؒ جوزی نے أحكام أهل الذمة میں کہی ہے، فرماتے ہیں:

''جب صلیب کفر کے نمایاں شعارات میں سے ایک ہے تو اس کو بلادِ اسلامیہ میں ظاہر کرنا بھی منع ہوا۔جیسا کہ امام احمدؒ نے یہ روایت کیا ہے:"ولا یرفعون صلیبا ولا یظهروا خنزیرا ولا یرفعوا نارا ولا یظهروا خمرا وعلی الإمام منعهم من ذلك"

''نہ یہ صلیب نمایاں کریں، نہ خنزیر کو ظاہر کریں، نہ آگ کو بلند کریں اور نہ شراب کھلے عام بیچیں اور حاکم وقت کو چاہئے کہ انہیں ان کاموں سے روک کر رکھے۔''

اسی طرح مصنف عبدالرزاقؒ میں روایت ہے کہ معمر نے میمون بن مہران سے روایت کیا: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے امراءِ حکومت کو لکھا کہ ''شام میں عیسائیوں کو ناقوس بجانے سے روک کے رکھیں، یہ لوگ اپنے کنیساؤں کے اوپر صلیب نمایاں نہ کریں۔تنبیہ کے باوجود اگر کسی نے اس کا ارتکاب کیا تو اس کی رہائش گاہ بتانے والے کے قبضہ میں دے دی جائے گی۔''

علامہ ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں:

''صلیب کو ظاہر کرنا اور بتوں کو ظاہر کرنا برابر ہے کیونکہ صلیب عیسائیوں کا اسی طرح معبود ہے جیسے بت، اسی لئے عیسائیوں کو صلیب کے پجاری بھی کہا جاتا ہے۔عیسائیوں کو کنیساؤں کے دروازوں اور بیرونی دیواروں پر صلیب بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، لیکن اگر وہ درونِ خانہ اس کو لگائیں تو اس پر کوئی پکڑ نہیں'' (ص:۱۹۷)

اسی طرح صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

إن عائشة حدثته أن النبی لم یكن یترك فی بیته شیئا فیه تصالیب إلا نقضه

''حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کوئی ایسی شے نہ چھوڑتے جس میں صلیب کی شبیہ ہوتی مگر اس کو توڑ ڈالتے'' (باب نقض الصور: حدیث۵۹۵۲)

اسلامی تعلیمات اس بارے میں بڑی واضح ہیں کہ دارالاسلام میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب سے وابستگی کی اسی حد تک اجازت ہے جہاں تک وہ مسلمانوں کے عقائد پر اثر انداز نہ ہوں۔ اگر وہ اپنی تعلیمات کی مسلمانوں میں تبلیغ شروع کردیں تو ایسے غیر مسلموں کو دارالاسلام میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اسلام کی تعلیمات اس بارے میں بھی واضح ہیں کہ کن مذاہب کے ساتھ مفاہمت (معاہدۂ صلح) ہوسکتی ہے۔ اس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ مذاہب شرک کی لعنت سے پاک ہوں۔ چنانچہ جمہور ائمہ کے نزدیک اہل ذمہ صرف اہل کتاب ہی ہوسکتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق اس میں مجوس کو اختلافی طور پر شامل کیا جاسکتا ہے۔ جو مذاہب ان تین کے ماسوا ہوں، ان سے جنگ کے بعد اسلام قبول کرنے یا ان کو مفتوح (قتل) کرلینے کے سوا اسلام میں کوئی دیگر صورت نہیں۔ یہ مذہب امام احمدؒ اور شافعیؒ کا ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک کی رائے میں جزیرۂ عرب کے ماسوا تمام کفار سے جزیہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لے کر ان سے معاہدۂ صلح ہوسکتا ہے۔(المغنی لابن قدامہ: ج۱۳ص۲۰۸،۲۰۲)

اسی طرح فقہاءِ اسلام نے دائمی جزیہ پر مبنی معاہدۂ صلح میں بھی دو شرطوں کی پابندی ضروری قرار دی ہے، اوّل یہ کہ وہ ہر سال جزیہ اَدا کرتے رہیں گے، دوم اسلامی احکام کی بھی ظاہری رعایت و پاسداری کریں گے یعنی منکرات کے ارتکاب سے بھی دور رہیں گے۔(ایضاً:۲۰۷)

بتوں کی فروخت

افغانستان میں پیش آنے والی حالیہ صورتحال سے پریشان ہو کر بعض لوگ طالبان کو ان بتوں کو فروخت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، جس پر طالبان نے درست موقف اپنایا ہے کہ مسلمان بت شکن ہوسکتا ہے، بت فروش نہیں۔ اسلام کی رو سے بتوں اور مجسّموں کی فروخت ممنوع ہے کیونکہ اس طرح یہ بھی بدترین گناہ 'شرک' کی ترویج میں ہی ایک مدد ہے۔ ان بتوں کو اگر ان کے پجاریوں کے ہاتھ فروخت کردیا گیا تو ظاہر بات ہے کہ وہ اس کی پوجا ہی کریں گے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے:

إن الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام

''نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے'' (صحیح مسلم، باب تحریم بیع الخمر: حدیث ۱۵۸۱)

علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں اس حدیث کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''جہاں تک بتوں کی فروخت سے روکنے کا تعلق ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وہ آلہ جو شرک کے لئے معاون ثابت ہو چاہے جیسا بھی ہو، صنم ہو یا وثن یا صلیب، یا شرک پر مشتمل کتب ہیں، ان سب کی خرید وفروخت ممنوع ہے۔ ان سب کو ضائع کردینا اور ختم کردینا واجب ہے۔ ان کی فروخت گویا اس کام کی نشوونما اور حفاظت کا ایک ذریعہ تصور ہوگی۔ چنانچہ اصنام کی فروخت دیگر اشیاء کی فروخت سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ ہر شے کی ممانعت اس کے داخلی فساد کی بنا پر ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اصنام کا ذکر آخر میں اس کے کمتر گناہ ہونے کی بنا پر نہیں فرمایا بلکہ تدریجاً سنگین سے سنگین امر کو بیان کیا ہے.....الخ'' (زاد المعاد: ج۵ص۶۵۴)

شریعتِ اسلامیہ کے مختصر مطالعہ کے بعد افغانستان میں بت شکن مہم کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے:

۱۔ شریعتِ اسلامیہ میں پوجے جانے اور نہ پوجے جانے والے بتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۲۔ اسلامی شریعت بتوں، اصنام، تماثیل حتیٰ کہ اوثان کی بھی شدید مخالفت کرتی ہے اور اسلامی معاشرے میں ان کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود بت شکن مہم میں حصہ لیا اور متعدد صحابہ کرامؓ کو اس مقصد کیلئے روانہ فرمایا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ان بتوں میں آپ کے جدامجد کے بت بھی شامل تھے لیکن ان سے بھی کوئی رورعایت نہ کی گئی۔

۴۔ مصر چونکہ معاہدۂ صلح کے نتیجے میں فتح ہوا لہٰذا وہاں عبادت گاہوں اور بتوں کو منہدم نہ کیا گیا۔

۵۔ جوں جوں اسلامی عنصر مصر میں قوت پکڑتا رہا توں توں بت خانوں کو گرانے کی کوششیں کی جاتی رہیں جن میں کچھ کامیاب رہیں اور کچھ کثیر مصارف کی بنا پر بند کرنا پڑیں۔

۶۔ ابوالہول کو باقی رکھنے کی بنیادی وجہ ممیوں کی طرح اس کا مقام عبرت ہونا ہے ،نہ کہ یہ مقام تعظیم و تعبد ہے۔اسی بنا پر اس سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔

۷۔ اسلام بت خانوں اور کلیساؤں کے بارے میں مختلف نقطہ نظر رکھتا ہے۔ عیسائی عبادت خانے (کنیسا) اور یہودی معبد خانے (بیع) تو بعض شرائط کے ساتھ اسلامی قلمرو میں برداشت کئے جاسکتے ہیں لیکن شرکیہ بت خانوں کے بارے میں اسلام میں کوئی نرمی نہیں، یہی وجہ ہے کہ معاہدۂ صلح بھی غیر مشرک اَقوام سے ہی ہوسکتا ہے۔ یہاں اہل ذمہ کی بحث چھیڑنا بھی چنداں فائدہ مند نہیں کیونکہ بدھ مت کا شمار ان مذاہب سے ہوتا ہے جن سے اسلام کا معاہدۂ صلح بھی ممکن نہیں۔

۸۔ افغانستان کے دارالاسلام ہونے کی وجہ سے وہاں بتوں کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

۹۔ اسلام میں بتوں اور حرام اشیاء کی فروخت ممنوع ہے کیونکہ یہ بھی شرک کو پھیلانے میں معاونت ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی رو سے بت شکنی مسلمانوں کا فریضہ ہے اور مسئلہ کی حد تک طالبان کا یہ اِقدام بالکل درست ہے لیکن یاد رہنا چاہئے کہ اسلامی شریعت صرف احکام وہدایات کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں حالات و واقعات کو ملحوظ بھی رکھنا پڑتا ہے، ممکن ہے ایک امر شرعی تقاضا تو ہو لیکن مخصوص حالات میں اس کی اجازت اسلامی شریعت سے نہ مل سکے۔ طالبان کی بت شکن مہم کی مثال بھی کچھ ایسی ہی ہے۔

جس طرح عالمی طور پر طالبان کے حوالے سے اسلام کی متشددانہ تصویر ذرائع ابلاغ پر پیش کی جارہی ہے اور اس بہانے اسلام کو مطعون کیا جارہا ہے، ذرائع ابلاغ اور عالمی سیاست پر مغربی اور صہیونی اجارہ داری کے اس دور میں اس طرح کا اقدام بہت سوچ سمجھ کر کرنے کی ضرورت ہے۔ طالبان کی نوآموز حکومت کے لئے شدید کشاکش اور تناؤ کے اس دور میں ایسے ایشوز کو اٹھانا مناسب نہیں ہوگا جس کی وہ نہ مناسب وضاحت کرسکنے پر بھی قادر ہوں، نہ ہی عالم اسلام سے اس کی کلی حمایت حاصل کرسکیں۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم نے بھی بت شکنی کا عمل کو اوائل اسلام میں نہیں کیا، وگرنہ ہجرت سے قبل بیت اللہ کے چند بتوں کو گرا دینا آپ کے جان نثار صحابہ کے لئے ناممکن نہیں تھا۔فتح مکہ کے بعد جب اسلام کو قبول عام

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حاصل ہوا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تب نبی کریم نے مختلف صحابہ کو بت گرانے کی مہم پر روانہ کیا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ غیروں کے مقدس مقامات کے بارے میں کاروائی بہت سوچ سمجھ کر کرنے کی ضرورت ہے۔

طالبان کی بت شکنی.....موجودہ حالات کے تناظر میں

شریعتِ اسلامیہ میں بت شکنی کی واضح اور محکم تعلیمات کے باوجود طالبان کی موجودہ بت شکن مہم کے متعلق مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے ہیں۔ امریکہ، یورپ اور بدھ مت کے پیروکار ممالک میں تو طالبان کے اس اقدام کو عالمی تہذیب کے نوادرات کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا وحشیانہ اقدام کہا جارہا ہے مگر عالم اسلام میں بھی اس مسئلہ پر اختلافِ رائے سامنے آیا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف امریکہ اور مغربی سامراجی طاقتوں کے استعماری ہتھکنڈوں کے تناظر میں اس مسئلہ کو دیکھنے والے مسلمانوں کی طرف سے طالبان کی بت شکنی کو ایک آزاد اور خود مختار مسلمان ملک کی جرأت مندانہ پالیسی قرار دیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اس مسئلہ پر مختلف آراء پیش کی گئیں جو درج ذیل ہیں:

دین پسندوں کا وہ پرجوش طبقہ جو مغرب اور اس کی تہذیب سے نفرت کرتا ہے، اس نے بلاشبہ طالبان کے جرأت مندانہ اقدام کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ان میں صرف روایتی علماء ہی نہیں، دائیں بازو کی صحافیوں کی اچھی خاصی تعداد بھی شامل ہے۔ یہاں یہ ممکن تو نہیں کہ پاکستانی پریس میں شائع ہونے والے مضامین اور کالموں کا جامع سروے پیش کیا جائے، البتہ چند ایک مثالیں پیش کرنے سے اس طبقہ کی رائے کی نمائندگی پیش کی جاسکتی ہے۔ روزنامہ 'نوائے وقت' کے کالم نگار طاہر مسعود اپنے کالم 'افغانستان آزاد ہے!' میں طالبان کے مؤقف کی حمایت میں تحریر کرتے ہیں:

> ''ملا عمر جب یہ کہتے ہیں کہ گوتم بدھ کے یہ مجسّمے بت ہیں اور ان کا انہدام ہمارا مذہبی اور دینی فریضہ ہے تو وہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ بت کسی زمانے میں الٰہ رہے ہیں اور دین اسلام کے مطابق اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ دنیا ان مجسّموں کو تہذیبی ورثہ قرار دیتی ہے۔ اگر یہ تہذیبی ورثہ ہیں بھی تو یہ افغانستان کا تہذیبی ورثہ نہیں اور وہاں کے حکمران اس تہذیبی ورثہ کو باطل قرار دے کر اس سے اپنا رشتہ منقطع کرنا چاہیں تو اس پر کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ مغربی دنیا کے معیارات دوہرے ہیں۔
> تہذیب کے ان پرستاروں کا حال یہ ہے کہ وہ بے جان پتھر کی مورتیوں پر فدا اور نثار ہیں اور بھوک و افلاس سے تڑپتے اور جیتے جاگتے انسانوں سے بیگانہ اور غافل ہیں۔ وہ مجسّموں کے ٹوٹنے پر تو طوفان اٹھا دیتے ہیں لیکن مرتے ہوئے انسانوں کو دیکھ کر ان کے حلق سے کوئی کراہ نہیں نکلتی۔
> میں تو اس معاملے کو ایک نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ملا عمر نے ان مجسّموں اور بتوں کی تباہی پر

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

امریکہ اور اس کے حلیف ملکوں کا دباؤ قبول نہ کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ افغانستان غریب اور پسماندہ ہونے کے باوجود ایک آزاد ملک ہے۔ افغانستان ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ، روس، فرانس، برطانیہ، جاپان اور بھارت کے سامنے آزادی اور خودداری کے جذبے سے کھڑا ہونے اور ان کی ڈکٹیشن لینے سے انکار کرنے کی جرأت رکھتا ہے'' (نوائے وقت: ۲۲/ مارچ ۲۰۰۱ء)

جماعت اسلامی کی فکر سے تعلق رکھنے والے ایک دانشور جناب متین فکری طالبان کی بت شکنی پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

''عصر حاضر میں طالبان کے فہم اسلام سے اختلاف ہوسکتا ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ جدید دور کے تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور بہت سے معاملات میں تنگ نظری کا ثبوت دے رہے ہیں لیکن یہ کریڈٹ بہرکیف انہیں جاتا ہے کہ وہ اسلام کے معاملہ میں احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہیں.....انہوں نے انتہائی بے سروسامانی اور کسمپرسی کے عالم میں ایسے ایسے بتوں کو ٹھوکر مار کر اوندھے منہ گرایا ہے کہ پوری دنیا حیرت سے تک رہی ہے۔ مثلاً امریکہ کی انا کا بت جسے پوری دنیا اپنا دیوتا سمجھ کر پوج رہی ہے، طالبان کی ٹھوکروں کی زد میں آکر کراہ رہا ہے۔ طالبان ایک تباہ حال افغانستان میں مٹی کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں، ان کے پاس اب کھونے کے لئے کچھ نہیں رہا لیکن دوسروں کی جھوٹی طاقت کا پول کھولنے اور ان کی تہذیب کا ملمع اتارنے کے لئے ان کے پاس بہت کچھ ہے'' (ہفت روزہ ایشیا: ۲۸/ مارچ ۲۰۰۱ء)

دوسرا طبقہ ان نام نہاد مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کے فکری سرچشمے سیکولرازم اور سوشلزم ہیں۔ وہ نہ صرف جہادی تنظیموں کے سخت مخالف ہیں بلکہ طالبان کو غیر مہذب، اَن پڑھ اور نیم وحشی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پاکستان کا انگریزی پریس اور اُردو اخبارات میں لکھنے والے سیکولر صحافی بامیان میں مجسمہ شکنی کے خلاف طالبان کی مذمت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ان کا استدلال جس قدر بھی قوی ہو، چونکہ ان کی سوچ تعصب سے خالی نہیں ہے، اس لئے اس طبقہ کے خیالات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاسکتا۔ ان میں سے بعض مضمون نگار طالبان کے اقدام کو اسلامی تاریخ سے حوالہ جات ڈھونڈ کر مسترد کرنے کی سعی میں بھی مصروف ہیں۔ ان کے اہم ترین دلائل میں مصر کا ابوالہول آتا ہے جس کا ذکر تفصیل سے مندرجہ بالا سطور میں کردیا گیا ہے۔ محمود غزنوی کی جانب سے افغانستان میں بتوں کو نہ توڑنے کو بھی دلیل بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ ان میں سے بعض اس طرح کے سوالات بھی اٹھا رہے ہیں: ''جب انتقامی طور پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہلانے سے بچنے کے لئے ان کے معبود باطل کو گالیاں دینا ممنوع ٹھہرا تو پھر ان کو توڑنا کیسے جائز ہوگا؟''.....ایک صاحب اعتراض کرتے ہیں'' افغانستان کے اندر یہ شرک کے خلاف جہاد زمانۂ امن میں کیا جارہا ہے''۔ بہرحال سیکولر اور اشتراکی طبقہ کے بارے میں ہم یہاں یہ تبصرہ کرنا بھی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ ماضی کی ہر روایت کو توڑنے کو انقلابیت کی سب سے اہم دلیل سمجھتے ہیں۔مگر مجسّموں کے متعلق یہی روایت شکن طبقہ حد درجہ روایت پرست واقع ہوا ہے کیونکہ اس روایت کا تعلق اسلام سے ہے۔ دو ہزار سال پرانے بتوں سے ان کی محبت کے باوجود وہ ترقی پسند اور انقلابی بنے ہوئے ہیں۔

ہماری رائے ان دونوں نقطہ ہائے نظر سے مختلف ہے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کسی مسلمان حکومت کے لئے نمایاں بت کی شکل میں کسی مجسمہ کا باقی رکھنا حرام ہے لہٰذا طالبان کی جانب سے بت شکنی کے اِقدام کو شریعت کی حمایت بھی حاصل ہے مگر حکمت اور مسلمانوں کی سیاسی اور ملی مصلحت کے وسیع تناظر میں اس کا جائزہ لیا جائے تو طالبان کی جانب سے دنیا بھر میں مسلمانوں کے حالات بالخصوص غیر اسلامی ملکوں میں مسلمان اقلیتوں اور انکے متبرکات کی توہین کے خطرات سے چشم پوشی کر کے فوری طور پر مجسّموں کو توڑنے کا اقدام کئی پہلوؤں کی طرف غور وفکر کی دعوت دیتا ہے :

(i) آج کل دنیا 'عالمی بستی' کی حیثیت رکھتی ہے جس میں مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے مفادات ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں۔ آج کوئی بھی ملک اپنے گھر میں اس قدر خود مختار نہیں ہے کہ وہ دیگر ممالک کو نظر انداز کرنے کا متحمل ہو سکے۔ طالبان کے اس اقدام سے بعض ممالک مثلاً سری لنکا، جاپان، برما وغیرہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسلمانوں کو شدید ردّعمل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔امام غزالیؒ کی رائے میں جہاں ملی اور اِضطراری مصلحت ہو، وہاں شریعت کے بعض امور کی تنفیذ کو مؤخر کر دیا جائے تو اسلامی شریعت سے اس کی گنجائش ملتی ہے۔

(ii) مسلمان ملکوں کی طرف سے طالبان کے مذکورہ اِقدام کی تائید کرنا بالخصوص پاکستان کے لئے خاصا مشکل امر ہے کیونکہ اگر عالم اسلام اور پاکستان اس پالیسی کی حمایت کرتا ہے تو اسرائیل کے زیر قبضہ مسجد اقصیٰ اور بھارت میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کے خلاف احتجاج کرنے کی پوزیشن میں اُصولی طور پر نہیں رہے گا۔ بھارت کے تشدد پسند ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کی مساجد مسمار کرنے کا اعلان بار بار کیا جا رہا ہے بلکہ انہوں نے مسجد قوت الاسلام میں قرآن کریم کی توہین کر بھی ڈالی ہے جس کے خلاف پاکستان نے احتجاج بھی کیا ہے۔ پاکستان ان کی اس تشدد پسند پالیسی کے خلاف احتجاج اسی صورت میں کر سکتا ہے جب کہ وہ طالبان کے اقدام کی سرکاری طور پر حمایت نہ کرے۔

(iii) بعض اہم شخصیتوں بلکہ اِداروں کی طرف سے طالبان کو ایک بین الاقوامی شرعی عدالت کے قیام کی تجویز بھی دی گئی تھی۔ اس تجویز کے مطابق اگر عالم اسلام کے جید علماء پر مشتمل یہ عدالت تشکیل دے دی جاتی اور ان سے درخواست کی جاتی کہ وہ شریعتِ اسلامیہ اور ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی مفادات کی روشنی میں اس مسئلہ پر راہنمائی بہم پہنچائے تو یہ تجویز بے حد مناسب تھی۔ اگر اس کو مان لیا جاتا تو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

طالبان یہ ذمہ داری اپنے سر لینے کی بجائے شریعت کورٹ اور پورے عالم اسلام پر اجتماعی طور پر یہ ذمہ داری ڈال دیتے۔ اس طرح انہیں عالم اسلام کی فی الجملہ حمایت کی صورت ہی اجتماعی ذمہ داری کی وجہ سے اس طرح کی سخت تنقید کا سامنا بھی نہ کرنا پڑتا۔ ایک عالمی شریعت کورٹ کے قیام کی وجہ سے دنیا بھر کی توجہ کا مرکز بننے کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر مسائل کے حل کیلئے بھی نتائج بڑے مثبت ثابت ہوتے۔

(iv) افغانستان جس بدترین معاشی بدحالی کے دور سے گزر رہا ہے۔ اس طرح کے سخت اِقدامات صرف تنہا اپنے سر لینے کے بعد افغان عوام کی مشکلات مزید گھمبیر ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ ایسے اقدامات کو فی الحال مؤخر کردیا جائے۔ حکمتِ عملی کے طور پر وسیع تر مفادات کے تحفظ کے لئے طالبان بت شکنی کے اس عمل کو مؤخر کرسکتے ہیں اور یہ تاخیر شرعی اعتبار سے بھی ناجائز نہیں ہوگی۔

(v) سعودی عرب اور پاکستان جیسے طالبان کے خیرخواہ ممالک بھی طالبان کی بت شکنی کی مہم کی تائید نہیں کر رہے۔ پاکستان کے وزیرداخلہ اس سلسلے میں باقاعدہ افغانستان کا دورہ بھی کرچکے ہیں۔ سعودی عرب جس کے حکمرانوں اور عوام کا مزاج مؤحدانہ ہے، وہ بھی اس مسئلہ کے متعلق تقریباً سکوت کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تاہم صوبہ قصیم کے ایک عالم دین کی طرف سے ذاتی حیثیت میں بت شکنی کے اس اقدام کی حمایت کی گئی ہے۔ لیکن بعض مسلمان ممالک اور علماء نے واضح طور پر طالبان کے اِقدام کی مخالفت بھی کی ہے۔ ایسے حالات میں جب امتِ مسلمہ بھی فوری اقدام کی حمایت نہیں کر رہی، یہ معاملہ مؤخر کردینا چاہئے تھا۔

ہماری رائے ہے کہ پاکستان کی اسلام پسند جماعتیں اور علماء ایک مشترکہ سیمینار کے انعقاد کے ذریعے اس موضوع پر کھل کر اظہارِ خیال کریں اور اس کے بعد باہمی مشاورت کے ذریعے ایک متفقہ موقف اختیار کرکے پاکستان، طالبان اور عالم اسلام کی راہنمائی کا فریضہ ادا کریں۔ طالبان کی طرف سے بت شکنی مہم کے مضمرات پاکستان اور عالم اسلام کے لئے بھی غور طلب ہیں، اسے محض طالبان کا مسئلہ قرار دے کر نظرانداز کرنا امتِ مسلمہ کے اجتماعی مفادات سے روگردانی کرنے کے مترادف ہوگا۔☆☆

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کتاب وحکمت

مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ

قرآن فہمی کے بنیادی اُصول

مولانا عبدالغفار حسن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ موصوف ایک ممتاز عالم دین، ژرف نگاہ محقق، کہنہ مشق بزرگ اُستاد ہیں۔ عمر ۸۵ سال کے لگ بھگ ہے اور آج کل بوجہ ضعف پیری صاحب فراش ہیں۔ آپ کا تدریسی دورانیہ ۵۰ سال پر محیط ہے جس میں ۱۶ برس مدینہ منورہ میں قائم عالم اسلام کی مایہ ناز اسلامی یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے علاوہ جامعہ رحمانیہ بنارس، مدرسہ کوثر العلوم مالیر کوٹلہ اور جامعہ تعلیمات فیصل آباد میں بھی آپ تدریس کے منصب پر فائز رہے۔

آپ کے والد بزرگوار مولانا حافظ عبدالستار حسن عمر پوری، حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا عبدالغفار حسن نے دسمبر ۱۹۳۳ء میں دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے ادیب عربی اور ۱۹۴۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے شیخ الحدیث مولانا احمداللہ، صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبیداللہ مبارکپوری، مولانا محمد سورتی اور ان کے علاوہ کئی دیگر جلیل القدر اور اساطین علماءِ کرام سے کسب فیض کیا۔

موصوف ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۷ء تک تقریباً سولہ سال تک جماعت اسلامی کے رکن رہے اور متعدد بار مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی منتخب ہوئے۔ دو مرتبہ بانیٔ جماعت مولانا مودودی کی غیر حاضری میں امارتِ جماعت کی ذمہ داری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں طریق کار سے اختلاف کی بنا پر جماعت سے الگ ہوگئے۔

۱۹۸۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ جس دوران اہم دینی مسائل کی تحقیق کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی تصنیفی کاوشیں بھی قابل قدر ہیں، مشہور تصانیف میں (۱) انتخاب حدیث (۲) عظمت حدیث (۳) معیار خاتون (۴) حقیقت دعا (۵) دین میں غلو جیسی معرکۃ الارا تصانیف شامل ہیں۔

زیر نظر مضمون دراصل آپ کی ایک تقریر سے ترتیب دیا گیا ہے جس میں آپ نے قرآن فہمی کے اُصولوں پر مثالوں کی مدد سے اَحسن انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اس مضمون کے ساتھ ہی تفسیر قرآن پر آپ کے مضامین کا ایک سلسلہ ہم محدث میں شروع کررہے ہیں جس میں آپ نے علامہ حافظ ابن قیم کے تفسیری افادات کا اردو ترجمہ وتفہیم فرمائی ہے۔

انہی دنوں میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی مختصر تفسیر بنام احسن البیان پر بھی آپ نے نظر ثانی فرمائی ہے۔ آپ کا علمی مرتبہ مسلم ہے اور آپ کی عالمانہ شخصیت علماءِ اسلام کی آبرو ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت یاب فرمائے اور آپ کے علم وتجربہ سے امت کو زیادہ سے زیادہ فیض یاب فرمائے۔ آمین! ادارہ

﴿ الٓرٰ، كِتٰبٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ، اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ، الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴾ (ابراہیم:۱تا۳)

''یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اس لیے اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ان کے ربّ کے حکم سے غالب اور قابل حمد اللہ کی راہ کی طرف لائیں۔ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات کا مالک ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب (کی وجہ) سے تباہی ہے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ یہی لوگ گمراہی میں دور تک نکل گئے ہیں۔''

آج کل ہمارے ملک میں چونکہ اسلامی نظام اور اسلامی قوانین کے اِجرا کا چرچا ہے، اس لئے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اسلامی قوانین یا اسلامی شریعت کا اصل سرچشمہ کیا ہے۔ اصل سرچشمہ اور اہم بنیاد قرآنِ مجید ہے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ خواہ عوام ہوں، خواہ حکمران، ان کو سب سے پہلے قرآنِ مجید سے تعلق رکھنا چاہئے اور اس کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے قرآنِ مجید کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کا فہم کیسے حاصل ہوتا ہے۔ ہم قرآن مجید کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ کون سے وسائل اور کون سے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے قرآن مجید کو صحیح معنی میں سمجھا جائے اور اس کا مقصدِ نزول پورا کیا جائے۔

ان آیات میں قرآن کا مقصدِ نزول بیان کیا گیا ہے۔ نہایت ہی فصیح و بلیغ لیکن نہایت ہی سادہ الفاظ میں فرمایا: ﴿كِتٰبٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ﴾

''اے محمدؐ ہم نے آپؐ کی طرف کتاب اس لئے اُتاری ہے تاکہ آپؐ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں''

کتابُ اللہ کے نزول کا مقصد یہ ہے۔ تاریکیاں بہت سی پھیلی ہوئی ہیں اور قرآن تاریکیوں سے نکالے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی بہت سی تاریکیاں اور اندھیرے تھے: کفر و شرک کے اندھیرے، رسم و رواج کے اندھیرے، شخصیت پرستی، بت پرستی اور زَر پرستی کے اندھیرے۔ نہ معلوم قبائل پرستی اور زبان پرستی کیکتنی تاریکیاں تھیں۔ ان تمام تاریکیوں کو چھانٹنے اور نور کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے قرآنِ مجید کا نزول ہوا۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں جہاں کہیں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ وہاں 'ظلمات' کو جمع لایا گیا ہے۔ 'ظلمات' جمع ہے ظلمت کی اور اس کے مقابلہ میں حق کو 'نور' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہاں صرف نور کہا، نور کی جمع اَنوار نہیں کہا۔ 'ظلمات' جمع اور 'نور' واحد ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گمراہیاں اور تاریکیاں بہت سی ہیں، ان کے راستے بھی بہت سے ہیں لیکن نور ایک ہی ہے۔ حق ایک ہی ہے اور اس کا سرچشمہ بھی ایک ہی ہے یعنی قرآنِ مجید۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

توحید کو سمجھانے کے لئے یوں بیان کیا گیا ہے۔ انبیاءِ کرامؑ اور رسولِ اکرمؐ کا یہ مقصد تھا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ بِاِذنِ رَبِّھِم یہ ان کے ربّ کے اِذن سے ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس بنا پر اس دعوت کو رسولِ اکرمؐ نے قبول فرمایا اور پھر اس کو پیش کیا۔ اور وہ نور کیا ہے؟ وَإِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اس کے راستہ کی طرف جو عزیز و غالب ہے جس پر کوئی دوسرا غالب نہیں آ سکتا اور جو حمید اور حمد والا ہے یعنی اپنی رحمتوں اور اپنی نعمتوں اور اِنعام و اکرام کی بنا پر حمد کا مستحق ہے۔ اور جس کی حکمرانی تمام کائنات پر ہے اور جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے قبضہ میں ہے، اسی کے تابع ہے۔ اس کے بعد بتایا کہ پھر رکاوٹ کیا ہے۔ روشنی سامنے آ جائے تو لوگ اس کو کیوں نہیں مانتے، اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا: ﴿وَوَيْلٌ لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ جب کفر دلوں میں راسخ ہو جاتا ہے اور انسان معاندانہ روش اختیار کر لیتا ہے تو پھر قبولِ حق کے دروازے اس کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کفر انسانوں کے دلوں میں ڈیرے کس طرح ڈالتا ہے، اس کی بڑی وجہ ہے: ﴿الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ﴾ کہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ جب دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب حق ان کے مفاد پر چوٹ لگائے گا اور ان کے فائدوں پر زَد پڑے گی تو ظاہر بات ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

دعوتِ حق اور دعوتِ قرآن قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسے آخرت کے مقابلہ میں پسند رکھتے ہیں اور اسی بنا پر وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صرف خود نہیں رکتے بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس دعوتِ حق کو بھی۔

قرآنِ مجید کی دعوت کو بدنام کرنے کے لئے ان کا ایک رویہ یہ بھی ہے: وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا کہ اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، کجی پائی نہیں جاتی بلکہ تلاش کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی مل جائے جس سے لوگ مغالطہ میں پڑ جائیں اور قرآنِ مجید کی دعوت سے لوگ مستفید نہ ہو سکیں، فرمایا: اولٰئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ یہی لوگ گہری گمراہی میں ہیں۔ یہاں تک ان آیات کی تفسیر ہے جن میں قرآنِ مجید کا مقصدِ نزول بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ ترتیلِ قران: قرآنِ مجید کا مقصدِ نزول کیسے حاصل ہو سکتا ہے، اس کے لئے خود قرآنِ مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے قرآنِ مجید پر انسان ایمان لائے، اس کی عظمت کا قائل ہو اور اس کو بڑے اطمینان کے ساتھ پڑھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا﴾ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھئے۔ اسی طرح سورۃ الاسراء میں فرمایا: ﴿وَقُرْآنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

''ہم نے اس قرآنِ مجید کو اتارا ہے تاکہ آپؐ اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھیں۔''

تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکلنے کے لئے پہلا زینہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو بڑے اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھا جائے، اس کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس سے ہم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

۲۔ فہم قران: دوسرا زینہ یہ ہے کہ محض قرآنِ مجید کا پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں رواج ہے یا بلادِ عجم میں دیگر مقامات پر بھی یہ رواج ہے بلکہ اب تو عربوں میں بھی یہ مصیبت آ گئی ہے کہ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں، سمجھتے نہیں ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو عرب ہو اور عربی جانتا ہو، وہ قرآنِ مجید سمجھ بھی جائے۔ بلاتشبیہ عرض ہے کہ جس طرح بہت سے لوگ بانگِ درا یا غالب کا دیوان پڑھے ہوئے ہیں، یہ اردو میں ہیں، لیکن ہر اردو دان اس کو نہیں سمجھتا، سمجھنے کے لئے تو کاوش کی ضرورت ہے۔

عربوں کے اندر بھی اب یہ رواج ہے کہ وہ بس تبرکاً پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تبرک کا فلسفہ جسے نظریہ کہئے یا خیال، اس نے بھی ہمیں قرآن مجید سے بہت دور ڈال دیا ہے اور میں مضمون کے آخر میں ''موانع فہم قرآن'' کے سلسلہ میں بھی کچھ عرض کروں گا۔ اس موقع پر تفصیل سے بتاؤں گا کہ کون کون سی رکاوٹیں ہیں جنہوں نے ہمیں قرآنِ مجید سے دور کر دیا ہے۔ جب تک یہ رکاوٹیں نہیں ہٹیں گی، اس وقت تک ہم قرآنِ مجید سے قریب نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دوسرا زینہ ہے کہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْاَلْبَابِ﴾

''ہم نے برکت والی کتاب اُتاری ہے تاکہ اس کی آیات میں تدبر کر لیا جائے اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں'' (سورۂ ص:۲۹)

یعنی تبرک کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی اس کو محض چوم اور چاٹ لے جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ چوما چاٹی ہی تبرک کی نشانی سمجھی جاتی ہے اور اس سے گویا ان کے خیال میں قرآنِ مجید کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

۳۔ عمل بالقران: قرآنِ مجید کو جب آپ نے سمجھ لیا تو پھر تیسرا زینہ 'عمل بالقرآن' ہے کہ قرآنِ مجید پر عمل کیا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ﴾ یعنی ہم نے اس کتاب کو اتارا ہے تاکہ آپؐ ان کے درمیان فیصلے کریں۔ ان کے جھگڑوں کو چکائیں کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآنِ مجید کے احکام کو جاری کریں۔ اور قرآن نے جن چیزوں کو حلال ٹھہرایا ہے، ان کو حلال سمجھیں اور جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، انہیں حرام سمجھیں۔

یاد رہے کہ محض سمجھنا بھی کافی نہیں ہے جیسا کہ آج کل بہت سے مستشرقین ہیں جنہوں نے قرآنِ مجید کی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بظاہر بڑی خدمت کی اور بہت سے مضامین اور کتابیں لکھی ہیں لیکن وہ صرف تحقیق برائے تحقیق ہے۔ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ اس پر عمل کریں گے یا وہ سب کے سب قرآنِ مجید کی عظمت کے قائل ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بعض قائل ہوں لیکن ایمان نہیں لائیں گے۔ان کا مقصد محض تحقیق کرنا ہے۔جس طرح وہ علومِ شرقیہ کی دوسری کتابوں کی تحقیق کرتے ہیں،اسی طرح قرآنِ مجید کی بھی تحقیق کررہے ہیں۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ دل و جان سے قرآن مجید کی خدمت بھی کررہے ہیں۔غرض تیسرا زینہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھ کر اس پر عمل کیا جائے۔اپنے اوپر،اپنے گھر والوں پر اپنی برادری پر،اپنے کنبہ پر اور اگر اللہ تعالیٰ اختیارات دے تو پورے ملک پر۔یعنی جس قدر بھی ممکن ہوسکے،قرآنِ مجید کی تعلیم کو پھیلایا جائے اور نافذ کیا جائے۔

اور پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ آپ جب اس کو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر جاری و نافذ کرتے ہیں تو یہ نعمت آپ کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ اس کو پھیلایا جائے،فرمایا:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (سورۃ النحل:۴۴)

''جو ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا ہے،اس کو لوگوں میں آپؐ پھیلایئے''

جب تک کہ یہ سارے سلسلے اور سارے زینے ہم نہ اپنائیں گے،اس وقت تک تاریکیوں سے نور کی طرف نہیں آسکتے۔اگر قرآنِ مجید کو صرف تبرک بنا کر رکھ لیں تو اس سے فہم حاصل نہیں ہوسکتا۔

فہم قرآن کا پہلا ذریعہ.....قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے

قرآنِ مجید کو کس طرح سمجھا جائے؟ یہ بڑا اہم سوال ہے۔قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خود قرآنِ مجید ہی سے اس کو سمجھا جائے: القران یفسّر بعضه بعضًا قرآن کا کچھ حصہ دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے۔اگر ایک جگہ پر اِجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔اگر ایک جگہ آپ سمجھتے ہیں کہ بات ذہن میں واضح نہیں ہورہی ہے تو قرآن میں اسے دوسری جگہ کھول دیا گیا ہے۔

پہلی مثال: قرآنِ مجید میں آتا ہے:﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ دکھا ہم کو سیدھی راہ، راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا۔اب یہ کون لوگ ہیں جن پر انعام کیا گیا ہے۔سورۃ البقرہ میں مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کا بیان آیا ہے، سورۃ آل عمران میں ضَآلِّيْنَ کا۔اور اس کے بعد سورۃ النساء میں جا کر کھولا ہے کہ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے کون لوگ مراد ہیں، فرمایا: ﴿أُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا﴾ (سورۃ النساء: ۶۹) یعنی انبیاء کرامؑ کی جماعت، صدیقین کی جماعت، شہداء کی جماعت جنہوں نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کیں اور اس طرح

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اپنے ایمان کی شہادت دی اور صالحین، اللہ کے نیک بندے جو حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں اور اللہ کے دین کو قائم رکھتے ہیں۔ یہ اس اجمال کی تفسیر ہوگئی جو سورۃ فاتحہ میں ہے۔

اسی طرح سورۂ بقرہ میں مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کے ضمن میں یہود کا ذکر آتا ہے اور سورۂ آل عمران میں نصاریٰ کا ذکر آتا ہے، یہ ضَآلِّيْنَ ہیں۔ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ میں فرق ہے :مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وہ قوم ہے جو معاندانہ روش اختیار کرتی ہے، جانتے بوجھتے حق سے کتراتی ہے، علم رکھتے ہوئے حق کو جھٹلاتی ہے۔ یہود اس میں خاص طور پر نمایاں ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ حق کیا ہے: ﴿يَعْرِفُوْنَهُ كَمَا يَعْرِفُوْنَ أَبْنَآءَ هُمْ﴾ ''وہ رسول اکرمؐ کو پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے''۔ جس طرح انہیں اپنے بیٹوں کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہماری اولاد ہے، اسی طرح رسول اکرمؐ کو پہچانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس معرفت اور علم کے باوجود انکار کیا۔ یہ یہود تھے جنہوں نے عناد اور سرکشی کی راہ اختیار کی۔ ضالین وہ ہیں جو بغیر علم کے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، علم ہی حاصل نہیں کیا۔ نصاریٰ میں یہ وصف نمایاں ہے۔ ان میں معاندین بھی ہوں گے لیکن زیادہ وہ ہیں جنہوں نے علم کے بغیر گمراہی کی راہ اختیار کی۔ اسی لئے نصاریٰ میں بدعات زیادہ پیدا ہوئیں۔

بدعت اور بغاوت میں فرق: بدعات زیادہ وہاں پیدا ہوتی ہیں جہاں جہالت زیادہ ہوتی ہے۔ جہاں سرکشی اور عناد ہے وہاں بغاوت پیدا ہوتی ہے۔ بغاوت اور بدعت میں فرق ہے۔ بغاوت کے معنی ہیں: دین سے نفرت اور بدعت وہ ہے جہاں بدعتی دین سے محبت رکھتا ہے، اتنی زیادہ محبت رکھتا ہے کہ پھر وہ دین کے معاملہ میں غلو کر جاتا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ ایسے طریقے ایجاد کرتا ہے جن سے وہ چاہتا ہے کہ وہ اور آگے بڑھ جائے۔ اسی لئے قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ۟ ابْتَدَعُوْهَا مَاكَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانَ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ کہ رہبانیت یعنی ترکِ دنیا کا طریقہ نصاریٰ نے اختیار کیا تھا، انہوں نے خود اس کو ایجاد کیا ہے۔ یہ بدعت ان کی طرف سے ہے۔ ہم نے یہ طریقہ ان پر لازم نہیں کیا تھا، ہم نے یہ طریقہ ان کو نہیں سمجھایا تھا۔ یہ ان کی اپنی ایجاد ہے۔ تو یہ فرق ہے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ میں۔ اور ان دونوں کی تفسیر سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران میں آ گئی۔

دوسری مثال: اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے، فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ (سورۃ الحجر: ۹۹) ''اور اپنے ربّ کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے''۔ اب یہاں بعض لوگوں کو مغالطہ ہوگیا کہ 'یقین' اپنے مشہور مفہوم میں مستعمل ہے۔ جب 'یقین' کامل ہوگیا تو نماز روزہ کی کیا ضرورت ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہمیں پتہ چلا کہ ناظم آباد میں کوئی پیر صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے مرید سے کہا کہ ''عبادت ہم نے کر لی اور عبادت کر کے اب ایسے مقام پر ہم پہنچ گئے ہیں کہ اس کے بعد اب نماز

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

روزہ کی ضرورت نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص فوج کا سالارِ اعلیٰ بن جائے تو وہ تو پریڈ نہیں کرتا، پریڈ تو نیچے کے لوگ کرتے ہیں۔ پریڈ تو سپاہی کرتے ہیں، سالارِ اعظم یا کمانڈر انچیف تو پریڈ نہیں کرتا۔ وہ اس سے بالاتر ہوگیا۔اسی طرح جب یقین آ گیا ہے تو عبادت کے تم مکلّف نہیں رہے ہو۔''

یہ کتنا گمراہ کن عقیدہ ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اسی زندگی میں غیر مکلّف ہوگیا۔اور عبادت کی زحمت سے اپنے آپ کو بچا لیا کیونکہ اسے وہ زحمت سمجھتا ہے حالانکہ رسول اکرمؐ کا یہ حال تھا کہ آپ عبادت کرتے تھے: "حتیٰ تورّمت قد ماہ" یہاں تک کہ آپؐ کے قدمِ مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔رات کو دیر دیر تک تہجد کی عبادت کرتے تھے، لمبے لمبے قیام کرتے تھے۔حضرت عائشہؓ نے ایک بار کہا: آپؐ کا اتنا بڑا درجہ ہے، آپؐ بخشے بخشائے ہیں، آپؐ اتنی محنتکیوں کرتے اور اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں تو فرمایا: أفلا أکون عبداً شکورا ''کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''، مجھ پر اللہ تعالیٰ نے اتنے انعامات اور احسانات کئے ہیں، کیا میں ان کا شکریہ اَدا نہ کروں؟ معلوم یہ ہوتا ہے کہ مراتب کے لحاظ سے جتنا اونچا ہوتا ہے، اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتا ہے۔عبادت میں اتنا ہی اس کا ذوق بڑھ جاتا ہے۔اور جو جتنا اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، اسی قدر شیطان کے پھندے میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے محروم ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید میں 'یقین' کے معنی ایک اور جگہ بھی آئے ہیں۔سورۃ المدثر میں آتا ہے کہ جب جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو جنتی جہنمیوں سے سوال کریں گے: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرٍ﴾ تمہیں جہنم میں کس چیز نے دھکیل دیا، تم نے کیا کرتوت کئے تھے کہ جن کی بنا پر تم جہنم میں گئے: ﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ، وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ، وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ، وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ﴾ (سورۃ المدثر: ۴۲، ۴۷) انہوں نے کہا کہ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔نمازیوں میں ہمارا شمار نہیں تھا کیونکہ نماز ادا نہیں کرتے تھے اور غریبوں و مسکینوں کو ہم کھانا بھی نہیں کھلاتے تھے، ان کی مدد بھی نہیں کرتے تھے اور گپ شپ کرنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغول ہوجاتے تھے اور ہم الدین یعنی یومِ جزا کے منکر تھے۔اور ہمارا یہ سلسلہ جاری رہا حتی اتنا الیقین یہاں تک کہ ہمیں 'یقین' نے آلیا۔ یہاں یقین کے معنی 'موت' کے ہیں۔ یعنی آخری سانس تک ہمارا یہی عمل رہا۔

معلوم ہوا کہ ہماری پیش نظر آیت میں 'یقین' کے جو مشہور معنی ہیں وہ تو نہیں لیے جاسکتے جبکہ قرآن مجید کی اصطلاح میں 'یقین' کے معنی موت کے بھی آتے ہیں کیونکہ موت سے زیادہ یقینی چیز اور کوئی نہیں۔ بہت بڑا وصف موت کا یقین ہے۔ہم روزانہ دیکھتے ہیں، آج اس کو کاندھا دے رہے ہیں، آج اس کے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہاں تعزیت کے لئے جارہے ہیں، آج وہاں سے خبر آئی ہے کہ فلاں کا انتقال ہوگیا ہے۔ آخر یہ کیا ہے؟ کوئی کتنا ہی عقل کا اندھا ہو، بے شعور ہو لیکن یہ چیز ایسی ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے ربّ کی آخری سانس تک عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔ تو قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دوسری جگہ آئی۔

تیسری مثال: ایک جگہ قرآن مجید میں آتا ہے ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ یعنی تمہیں تکاثر نے غافل کردیا۔ یعنی کثرت میں مقابلہ آرائی نے۔ اب یہ تکاثر کیا ہے؟ کس چیز میں تکاثر؟ قرآن مجید نے اس بات کو یہاں نہیں چھیڑا ہے۔ سورۂ حدید میں فرمایا: ﴿إِعْلَمُوْا أَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ﴾ (آیت ۲۰) وہاں اس کو کھول دیا کہ 'تکاثر' زیادہ تر مال میں اور اولاد میں ہوتا ہے۔ مقابلہ آرائی اور فخر اس چیز میں ہوتا ہے کہ ہمارا جتھا بڑا ہے، ہمارے پاس غنڈے، بدمعاش اور لڑنے والے زیادہ ہیں۔

جیسا کہ سورۃ الکہف میں فرمایا: ﴿فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا﴾ (آیت ۳۴) سورۃ الکہف میں ایک کافر اور ایک مؤمن کا مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ وہاں کافر کہتا ہے کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور میری جمعیت اور میرا جتھا بڑا قوی ہے۔

اسی طرح قرآن میں ایک جگہ اجمال ہے اور اس کی تفسیر دوسری جگہ ہے۔ یہاں تفصیل میں جانے کا وقت نہیں، صرف چند اشارات کردیئے ہیں۔ جس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی نہیں کہ آپ کہیں سے کوئی ایک آیت لے لیں اور یہ سمجھیں کہ بس ہم نے قرآن مجید کو سمجھ لیا ہے بلکہ قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لئے پورے قرآن مجید پر نگاہ ڈالی جاتی ہے اور ایک آیت کی تفسیر دوسری جگہ مل جاتی ہے۔

فہم قرآن کا دوسرا ذریعہ.....سیاق وسباق

قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے دوسرا ذریعہ اس کا سیاق وسباق ہے۔ قرآن مجید کے آگے پیچھے کی عبارت اور آیات سے بھی مطلب حل ہوجاتا ہے۔ اگر درمیان سے آپ نے کوئی ایک آیت لے لی اور نہ سیاق دیکھا نہ سباق۔ سباق کے معنی ہیں کہ پہلی آیات میں کیا ہے اور سیاق کے معنی کہ بعد کی آیات میں کیا ہے۔ سیاق وسباق سے بے پرواہ ہوکر اگر آپ قرآن مجید میں غور کرتے ہیں تو اس سے قرآن مجید کا اصل مفہوم آپ کو نہیں مل سکے گا اور فہم قرآن میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے بلکہ مغالطہ ہوسکتا ہے

مثلاً قرآنِ مجید میں ایک جگہ آتا ہے: ﴿اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (العنکبوت:۵۱) فرمایا: ''کیا ان کو کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان پر کتاب اُتاری ہے جس میں مؤمنوں کے لئے رحمت ہے اور نصیحت ہے''۔ اب اس آیت کو ان لوگوں نے مغالطہ دینے کے لئے چن لیا ہے جو حدیث کو حجت نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اس آیت کی رو سے قرآن کافی ہے۔ حدیث اور سنت کی کیا ضرورت ہے۔ ان مغالطوں کی باقاعدہ کتابوں اور رسالوں میں اشاعت ہورہی ہے اور ان نوجوانوں کو جو قرآن مجید کو نہیں سمجھتے یا ان کا قرآن مجید سے تعلق نہیں رہا ہے، مغالطہ میں مبتلا کیا جارہا ہے۔ اور ان کے ذہن میں یہ بٹھانے کی کوشش ہورہی ہے کہ حدیث وسنت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں، قرآن خود کہہ رہا ہے کہ ہمارے لئے تو بس قرآن کافی ہے۔ لیکن آپ اگر یہ دیکھیں کہ اس کا سیاق وسباق کیا ہے، اس سے پہلے کیا ہے، کس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے تو سمجھنے میں دقت پیش نہیں آئے گی۔ اس سے پہلے یہ آتا ہے ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ اس نبی پر ربّ کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوتیں۔ ان کا مطالبہ معجزوں کے لئے تھا جس طرح حضرت موسیٰؑ کو معجزہ دیا گیا تھا کہ سمندر پھٹ گیا اور قافلہ گذر گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو معجزات دیئے گئے تھے جنہیں لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ کس طرح کوڑھیوں کو اچھا کرتے ہیں، اندھوں کو بینا بناتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس طرح کے معجزات اور اس طرح کی نشانیاں رسولِ اکرمؐ کو کیوں نہیں دی گئیں۔ تو یہ تھا ان کا سوال ان آیات کو پھر پڑھئے:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ، اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (العنکبوت: ۵۰،۵۱)

''نیز کہتے ہیں کہ اس پر اسکے ربّ سے معجزے کیوں نہ نازل ہوئے آپ کہیے کہ معجزے اللہ کے پاس ہیں اور میں تو واضح ڈرانے والا ہوں۔ کیا انہیں کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اس میں ایمان لانے والوں کیلئے یقیناً رحمت اور نصیحت ہے۔''

یہ زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک کے لئے ہے۔ آخر اس معجزہ کے ہوتے ہوئے پھر وہ کہتے ہیں کہ ایسے معجزے دکھاؤ جیسے کہ دوسرے انبیاء کرامؑ نے دکھائے۔ یہاں وہ بات بنتی نہیں ہے جو منکرین حدیث بنانا چاہتے ہیں۔ یہاں نہ حدیث کے ردّ کا سوال ہے، نہ اس کے عدمِ حجیت کا معاملہ ہے۔ یہاں جو ان کا اصل سوال اور مقصد تھا کہ محسوس معجزات دکھاؤ، تو اس کا ردّ کیا گیا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کا سیاق وسباق بھی ہمارے سامنے رہے۔ لیکن اگر وہ سامنے نہیں رہتا تو ایسی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ ہم غلط راستے پر چلے جائیں۔ اس سلسلہ میں اور بھی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بہت سی مثالیں ہوسکتی ہیں لیکن اس وقت میں اسی مثال پر اکتفا کروں گا۔

قرآن فہمی کا تیسرا ذریعہ.....تعامل اُمت

قرآن فہمی کے لئے تیسرا ذریعہ تعامل اُمت ہے۔یعنی پوری امت کا جو تعامل چلا آ رہا ہے وہ بھی قرآن مجید کے فہم میں معاون ہے۔اگر تعامل اُمت کو آپ نظرانداز کردیں تو پھر ایسی صورت میں قرآن مجید کا فہم حاصل نہیں ہوسکتا۔تعامل سے مراد ہے عہدِ نبویؐ سے لے کر صحابہؓ کے دور میں، تابعین کے دور میں، محدثین اور فقہا کے دور میں اس پر کیسے عمل کیا گیا۔مفسرین کے دور سے لے کر اب تک جو بات لوگوں میں دین کے نام سے رائج چلی آ رہی ہے، وہ قرآن کے لئے بہترین تفسیر ہے۔ یہ نہیں کہ ساتویں صدی ہجری سے لے کر اب تک جو رسم و رواج اور بدعات رائج ہوگئیں، ان کو ہم تعامل امت کہہ دیں۔ وہ تعامل اُمت نہیں کہلائی جاسکتیں۔مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے﴿ أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ﴾ نماز قائم کرو۔ اب یہ نماز کس طرح قائم کریں، کتنی رکعات ظہر کی ہیں اور کتنی عصر کی ۔ یہ تعامل ہے، یہ تواتر ہے جس کا انکار ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید کا انکار۔جس طرح قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے، اسی طرح نماز کی رکعات بھی۔ایک مرتبہ میں یہی مضمون بیان کر رہا تھا کہ میری زبان سے غلطی سے عصر کی تین رکعتیں نکل گئیں۔فوراً آوازیں آئیں، چار رکعتیں، چار رکعتیں۔ میں نے کہا کہ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ کتنا مشہور مسئلہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس طرح ہم آہستہ آہستہ سنت سے بیگانہ ہوکر بدعات میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اذان، نماز کی رکعات کی تعداد تعامل اُمت سے ثابت ہیں۔

پانچ کا لفظ قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔لیکن تمام اُمت کا تعامل ہے کہ پانچ وقت کی نماز ہے۔ ہاں منکرین حدیث میں سے بعض نے کہا تین وقت، کسی نے کہا دو وقت، کسی نے کہا ایک وقت، کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ، یہ الگ مضمون ہے۔میرا مطلب یہ ہے کہ تعامل کا جو انکار کرتا ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے۔'تعامل' حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔امت کے تعامل سے احادیث کے مضمون کی تائید ہوجاتی ہے، اس طرح دونوں کو ایک دوسرے سے تقویت حاصل ہوجاتی ہے۔قرآن مجید کے فہم کا یہ تیسرا ذریعہ ہے۔ ورنہ آپ حج کیسے کریں گے؟ حج نبی اکرم ﷺ نے کیا ہے، صحابہ کرامؓ نے کیا ہے، جزئیات میں اختلاف ہے لیکن جو بنیادی اور اہم چیزیں ہیں مثلاً طواف، سعی، اِحرام ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فہم قرآن کا چوتھا ذریعہ.....اخبار آحاد

اس کے بعد فہم قرآن کا چوتھا ذریعہ ہے :اخبار آحاد یعنی وہ احادیث جن کا درجہ تواتر کا نہیں ہے لیکن وہ صحیح روایات ہیں۔ثقہ راویوں سے وہ روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ان روایات کی بنیاد پر ہم یہ کہیں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گے کہ اگر قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب ہم سمجھنا چاہتے ہیں جو سیاق وسباق، کسی دوسری آیت یا تعامل امت سے ہم نہیں سمجھ سکے ہیں تو پھر ہم نبی اکرمؐ کی ثابت شدہ سنت کی طرف رجوع کریں گے۔ ثقہ راویوں سے جو چیز ہمیں حاصل ہوئی ہو، اس کی مدد سے ہم قرآن مجید کو سمجھیں گے۔

پہلی مثال: قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ (التوبہ:۳۴) ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو''۔

صحابہ کرامؓ تو اہل زبان تھے۔ جب انہوں نے یہ آیت سنی تو پریشان ہوگئے۔ کنز کے معنی جمع کرنے کے ہیں خواہ تھوڑا مال ہو یا زیادہ۔ انہوں نے کہا: أينا لم يكنز ہم میں سے کون ہے جس کے پاس کنز نہیں ہے۔ تھوڑا بہت سونا چاندی تو تقریباً سب کے پاس ہے۔ اب کیا عذاب جہنم کی سب کے لئے بشارت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں جاتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ ابوداود کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ماأدى منه زكوٰة فليس بكنز ''جس مال میں سے زکوٰۃ نکال دی جائے، شریعت کے مطابق غریبوں کا حق دیا جائے، وہ کنز نہیں رہتا''

یہاں اگر آپ لغت کے لحاظ سے دیکھیں گے تو کنز بن جاتا ہے خواہ تھوڑا مال ہو یا زیادہ۔ لیکن رسول اکرمؐ نے اس کی تشریح کردی اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے، آپؐ نے فرمایا: إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقى من أموالكم ''اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لئے فرض کی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے باقی ماندہ مال کو پاک کردے''۔ زکوٰۃ نکالنے کے بعد جو مال بچے گا وہ مال پاک ہوگا۔

کیا قرآن مجید اپنا مفہوم بیان کرنے میں حدیث کا محتاج ہے؟ یہ ایک مثال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے سنت اور حدیث کے محتاج ہیں۔ منکرین حدیث یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا قرآن ناقص ہے؟ کیا قرآن ادھورا ہے جو ہم سنت کو مانیں؟ کیا ہمارے لئے قرآن کافی نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تو اپنے مطالب میں ناقص اور ادھورا نہیں ہے لیکن ہم اس کو سمجھنے کے لئے سنت کے محتاج ہیں جس طرح کہ ہم عربی زبان کے محتاج ہیں۔ کیا کوئی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر عربی زبان جانے وہ قرآن مجید سمجھ جائیں گے۔ قرآن مجید عربی زبان میں ہے تو عربی زبان بھی سمجھیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ چونکہ آپ عربی زبان کے محتاج ہیں، اس لئے قرآن مجید ناقص ہے۔ قرآن مجید محتاج نہیں، ہم عربی زبان کے محتاج ہیں۔ اس طرح ہم محتاج ہیں رسول اکرمؐ کی تشریح وتفسیر کے کہ جس ہستیؐ پر قرآن مجید نازل ہوا تھا، اس ہستیؐ نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا تھا۔ اگر ہم اس سے بے نیاز ہوجاتے ہیں اور اپنی طرف سے مطلب بیان کرتے ہیں تو حقیقت میں ہم سیدھے راستے سے بھٹک رہے ہیں اور

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قرآن مجید کا جو اصل مقصد ہے کہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ کہ بجائے ظلمات سے نکلنے کے ہم ظلمات ہی میں ڈوبے رہیں گے کہ ایک تاریکی سے نکلیں گے، دوسری تاریکی میں چلے جائیں گے۔

دوسری مثال: اسی طرح قرآنِ مجید میں آتا ہے: ﴿يُوْصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء:۱۱) یہاں پر کوئی تفصیل نہیں ہے کیسی اولاد ہو۔لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے "لایرث القاتل" کہ بیٹے نے اگر باپ کو قتل کردیا تو وارث نہیں ہوگا۔مزید برآں حدیث نے یہ مفہوم بیان کردیا کہ اختلافِ دین ہونے کی بنا پر یا قاتل ہونے کی بنا پر وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوسکتا۔

تیسری مثال: قرآن مجید میں آتا ہے لیکن قرآن میں صرف اشارہ ہے اور حدیث میں وضاحت کردی گئی ہے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں۔قرآن مجید میں محرماتِ ابدیہ کا بیان ہوا ہے۔نکاح کے لئے مائیں حرام ہیں، بیٹیاں حرام ہیں اور بہنیں حرام ہیں۔لمبی آیت ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس کے علاوہ تمہارے لئے حلال ہے لیکن رسول اکرمؐ نے فرمایا: (آپؐ کا اجتہاد بھی وحی کی روشنی میں تھا) آپؐ نے فرمایا: لایجمع بین المرأة وعمتها وبین المرأة وخالتها کہ پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں رکھنا حرام ہے۔قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ أَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ''دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے''۔

اس کی وجہ کیا ہے کہ جب دو سگی بہنیں سوکنیں بن جائیں گی تو سوکن کے رشتہ میں ایک قسم کی رقابت اور عداوت ہوتی ہے۔اور بہنیں ہونے کا رشتہ یہ چاہتا ہے کہ دونوں میں محبت ہو۔گویا اس طرح سے دونوں میں قطع تعلق ہوجائے گا۔اسی لئے ایک حدیث میں ہے، ابن حبان کی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: إذا فعلتم ذلك قطعتم أرحامكم کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم اپنے رشتوں کو کاٹ ڈالو گے۔دو بہنوں میں محبت ہوتی ہے، وہ نہیں رہے گی۔ٹھیک اسی طرح پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی ان کا قریبی رشتہ ہے، دونوں میں محبت ہے جو فطری چیز ہے۔اب اگر دونوں بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں ہوں گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دونوں سوکنیں بن جائیں گی۔آپس میں رقابت اور عداوت پیدا ہوگی۔اور ان کی محبت، نفرت میں تبدیل ہوجائے گی۔یہ حکیمانہ تعبیر حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

اس قسم کی روایات کو اگر آپ تسلیم نہیں کریں گے تو اسلامی نظام قائم نہیں ہوگا۔قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لئے اخبار آحاد یعنی وہ روائتیں جن کے بیان کرنے والے ایک یا دو یا تین ثقہ راوی ہیں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ایسی صحیح روایات کو بھی قرآن فہمی میں دخل ہے اور ان کے بغیر ہم قرآن مجید کو نہیں سمجھ سکتے۔اختصار کے پیش نظر انہی مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قرآن فہمی کا پانچواں ذریعہ.....آثارِ صحابہ کرامؓ

اس کے بعد ایک ذریعہ آثارِ صحابہؓ کا ہے، صحابہ کرامؓ کے اقوال، بالخصوص عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، اُبی بن کعبؓ اور وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے۔ ان کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا ہے لہٰذا ان کی تفسیر کو مانا جائے گا۔ اگر کہیں ان میں اختلاف ہو تو جو قول قرآن مجید سے زیادہ قریب ہو، اس کو لیا جائے گا۔ یہ بھی ضروری ہے، اس کی مثال لیجئے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کی آیات میں تعارض پایا جاتا ہے، ٹکراؤ اور تصادم پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ 'ہاں' ہے، ایک جگہ 'نہیں' ہے تو وہاں ہم کیا کریں۔ انہوںؓ نے کہا کہ بتاؤ وہ کون سی آیات ہیں تاکہ میں بھی جانوں کہ تمہارے ذہن میں کیا خلجان ہے؟

سائل نے کہا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ آتا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو مشرکین اللہ تعالیٰ کے دربار میں جاکر کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَاكُنَّا مُشْرِكِيْنَ (سورۃ الانعام) ''قسم اللہ کی! ہم تو مشرک نہیں تھے۔ ہم نے تو شرک نہیں کیا۔'' وہ انکار کریں گے یعنی اس طرح وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے جیسے دنیا کے رشوت خور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تو رشوت نہیں لی۔ جبکہ دوسری آیات میں آتا ہے ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے۔ یہاں ٹکراؤ ہوگیا کہ مشرکین نے چھپایا تو ہے جیسا کہ پہلی آیت میں ہے لیکن دوسری آیت میں آتا ہے کہ وہ چھپا نہیں سکیں گے تو اس کا کیا مطلب ہے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وضاحت فرمائی کہ یہ ایک وقت میں نہیں بلکہ ایسا دو اوقات میں ہوگا۔ شروع میں تو کفار یہ سمجھیں گے کہ یہ دربار بھی ہمارے دنیاوی حکام اور بادشاہوں کی طرح ہے۔ اگر ہم یہاں جھوٹ بول دیں اور کچھ چھپالیں تو ہوسکتا ہے کہ کام چل جائے۔ اس بنا پر وہ کہیں گے کہ ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَاكُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ وہ اس طرح جھوٹ بول دیں گے کیونکہ انہیں جھوٹ بولنے کی عادت رہی ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ ہوگا کہ: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اس دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کسب کیا کرتے تھے'' ..... اللہ تعالیٰ مہر لگا دیں گے۔ جب مہر لگ جائے گی تو یہ اَعضا و جوارح گواہی دیں گے: منہ بند، زبان بند، مہر لگ گئی۔ اب یہ اعضا و جوارح یہ ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان گواہی دیں گے کہ کیا دیکھا تھا، ہاتھوں سے کیا پکڑا تھا۔ قدم کہاں کہاں بڑھائے تھے، اس وقت کوئی بات نہیں چھپائی جاسکے گی۔ تو یہ دو مرحلے اور دو وقت ہیں۔ اب یہ ایک صحابیؓ کی تفسیر ہے۔ اس کے بعد اس آدمی نے ظاہراً قرآن کریم کی چند باہم

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

متعارض آیات کا تذکرہ کیا جن کی حضرت ابن عباسؓ نے شافی وضاحت فرمائی جیسا کہ کتبِ حدیث میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ لوگ حدیث میں اتنے مشغول ہوگئے ہیں کہ قرآن بھول گئے اور قرآن سے تعلق کم ہوگیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود محدثین نے جو خدمت کی ہے وہ تو قرآن مجید کی خدمت ہے۔ اب یہی دیکھئے کہ سائل نے چار آیات پیش کیں اوران سب کا جواب عبداللہ ابن عباسؓ دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ اس کو تفسیر سورۂ حم سجدہ میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث جو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں وہ حقیقت میں قرآنِ مجید سے قریب ہوتے ہیں نہ کہ دور۔

اسی طرح ایک اور تفسیر سنئے: آج کل جو غلط ماحول چل رہا ہے اس میں شائد یہ تفسیر نہایت اچنبھے سے سنی جائے لیکن بہرحال ایک حق بات ہے، جس کو صاف کہہ دینا چاہئے۔ قرآنِ مجید میں آتا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ کہ لوگوں میں سے وہ ہیں جو خریدتے ہیں لھوالحدیث یعنی ایسی باتیں جو لھو ہیں۔ لھو کیا چیز ہے: کل کلام یلھی عن ذکر اللہ ''ہر وہ کلام جو اللہ کے ذکر سے غافل کردے وہ لھوالحدیث''.....اس کی تفسیر عبداللہ بن مسعودؓ کرتے ہیں، ترمذی کی روایت ہے۔ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں:

والله الذي لا الله إلا هو اللہ کیقسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لھوالحدیث کیا ہے، اس کا بڑا مصداق الغنا یعنی ناچ گانے، یہ گانے بجانے۔ اس کا وہی نشہ ہے جو شراب کا ہوتا ہے''

اور دوسرے صحابیؓ اس کی تفسیر کرتے ہیں: الغناء ینبت النفاق، غنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے یعنی انسان اس طرح مست ہوجاتا ہے کہ اسے نہ قرآن میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ بس وہ چاہتا ہے کہ ریڈیو، ٹی وی اور دوسرے ذرائع سے اچھے سُر رکھنے والے مغنی اور مغنیات کا گانا سنتا رہے۔ اس کو اسی میں لطف آتا ہے۔ اسی میں اُسے لذت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لھو کی تفسیر غنا سے کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کے فہم کے لئے صحابہ کرامؓ کی تفسیر بھی قابل اعتماد ہے۔ بہت سے وہ مقامات جو ہمارے لئے مشکل ہیں، ان کو انہوںؓ نے حل کیا ہے۔ کیونکہ انؓ کے سامنے قرآنِ مجید نازل ہوا اور وہؓ جانتے تھے کہ رسول اکرمؐ نے کیا تفسیر کی ہے اور انہیںؐ کس طرح سمجھایا ہے۔

اس کے بعد تابعینؒ کے اَقوال ہیں۔ جو صحابہؓ کے شاگرد تھے۔ قتادہؒ اور دوسرے تابعین ہیں۔ ان کے اَقوال کو بھی دیکھا جائے گا کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ تفسیر بالرائے جب بھی کوئی کرے گا تو اس سے قرآن مجید نعوذ باللہ بازیچہ اَطفال بن جائے گا جیسے ایک صاحب نے تفسیر کی تھی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو''

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

أَطِيْعُو اللّٰه وَأَطِيْعُوْ الرَّسُوْلَ سے مراد انہوں نے مرکزِ ملت لیا۔یعنی وہ حکومت جو اللہ تعالیٰ کے نظامِ ربوبیت کو چلانے کے لئے قائم ہو۔اُولی الأمر سے مراد انہوں نے تھانیدار وغیرہ کو لیا۔اس طرح آدمی اپنے ذہن سے جو کچھ، اس میں غلط سلط بیٹھ گیا ہے، اس کے مطابق اپنی طرف سے تفسیر کرتا ہے اور قرآن مجید سے دور ہو جاتا ہے۔

قرآن فہمی کا چھٹا ذریعہ.....عربی زبان

قرآن مجید کے فہم کے لئے چھٹا ذریعہ عربی زبان ہے۔تفسیر قرآن کے لئے عربی زبان کا جاننا بھی ضروری ہے۔بعض لوگ عربی زبان نہیں جانتے لیکن قرآن مجید کے مفسر بن جاتے ہیں۔ بلادِعجم میں بھی ایسے لوگ ہیں اور پاکستان وہندوستان میں بھی پائے جاتے ہیں جو عربی نہیں جانتے لیکن انگریزی یا اُردو ترجمہ دیکھ کر تھوڑی سی ذہانت کی بنا پر مفسر قرآن بن بیٹھتے ہیں۔ یہ انتہائی غیر ذمہ داری ہے کہ آدمی قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتا ہو لیکن عربی زبان سے نابلد ہو۔زبان کا ذوق پیدا کیا جانا چاہئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارے علامہ بن جائیں لیکن جب تفسیر لکھنے بیٹھے یا کوئی تفسیر بیان کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس نے عربی زبان کی تعلیم میں کچھ وقت لگایا ہو۔

اس کی مثالیں ملتی ہیں مثلاً ایک تفسیر قادیانیوں کے خلیفہ نورالدین نے بھی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تفسیر معاندانہ ہے، جاہلانہ نہیں ﴿فَاضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اے موسیٰ! تم لے جاؤ اپنی جماعت کو پہاڑ پر۔ضرب کے معنی مارنے کے آتے ہیں، اس کے معنی سفر کرنے کے بھی آتے ہیں۔قرآن میں آتا ہے ﴿إِذَا ضَرَبُوْا فِيْ الأَرْضِ﴾ اور عَصَا کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے "شق عصا المسلمين" یہاں عصا کے معنی جماعت کے ہیں۔تو جماعت بھی انہوں نے لغت سے ثابت کردیا اور ضرب کے معنی بھی عرب لغت سے ثابت ہوگئے۔ حجر کے معنی پتھر کے ہیں یعنی اس سیپہاڑ مراد ہے کیونکہ وہ پتھروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔قادیانی اور اسی قسم کے لوگ چونکہ حدیث کے منکر ہیں، اس لئے انہوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ

''اے موسیٰ! اپنی جماعت کو پہاڑ پر لے جاؤ۔ پہاڑ کا سفر کراؤ، پہاڑ کی سیر کراؤ۔''

حالانکہ عربی قاعدہ سے دیکھا جائے تو یہ ترجمہ غلط ہوگا۔ اگر تھوڑی سی عربی آتی ہو تو ایسا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔﴿فَاضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ ضرب کے بعد اگر فی آئے تو اس کے معنی سفر کے آتے ہیں۔اگر فی نہ آئے تب اس کے معنی چلنے کے اور سفر کرنے کے نہیں آتے۔قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی آیا ہے تو ضرب فی الارض اور ضربوا فی الارض، جہاں کہیں بھی چلنے اور سفر کرنے کے معنی میں آیا ہے وہاں اس کے بعد فی آیا ہے۔ یہاں چونکہ فی نہیں آیا، اس لئے یہاں سفر کرنے کے معنی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں ہو سکتے۔

لغت اور عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر یہ ترجمہ کیا گیا ہے، اس لئے عربی جاننا ضروری ہے۔ کم سے کم اتنی عربی تو آئے کہ قرآن مجید کو سمجھ سکیں۔ ترجمہ کی مثال اس طرح سمجھئے کہ ایک چیز تو ہوتی ہے لسی اور ایک ہوتا ہے خالص دودھ۔ جو مزہ خالص دودھ میں ہوتا ہے وہ لسی میں نہیں ہے۔ ترجمہ، ترجمہ ہے، ترجمہ کے اندر بھی مترجم کا کچھ نہ کچھ تخیل آ جاتا ہے۔ اس کے کچھ خیالات اور جذبات تو اس میں آ جاتے ہیں لیکن کلام کی اصل معنویت اور فصاحت و بلاغت انسان پا نہیں سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عربی زبان کی نزاکتوں سے واقفیت ہو تو پھر قرآن مجید کا فہم، اس کی حلاوت، اس کی مٹھاس اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے۔ ورنہ ترجمہ سے صرف یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، اللہ تعالیٰ کو کیا چیز پسند ہے اور کیا ناپسند۔ میں سمجھتا ہوں کہ بوڑھے بوڑھے لوگ اب اس عمر میں عربی کیا پڑھیں گے لیکن نوجوانوں کو سوچنا چاہئے کہ عربی زبان سیکھیں۔ جتنا وقت وہ معاش اور دوسرے کاموں میں صرف کرتے ہیں اس میں روزانہ یا ہفتہ میں کم از کم دو تین گھنٹے عربی زبان سیکھنے کے لئے نکالیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو حقیقت میں وہ قرآن مجید کے بہت قریب ہو جائیں گے۔ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں کہ لوگوں نے غلط انداز اختیار کیا ہے لیکن میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک عیسائی کے اعتراض کا جواب: 'رحمٰن' اور 'رحیم' کا مادہ ایک ہی ہے تو یہ دونوں لفظ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ رحمٰن اور رحیم میں فرق ہے۔ رحمان بروزن فعلان جس کے مفہوم میں جوش اور تلاطم پایا جاتا ہے، رَحِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ، اس کے مفہوم میں دوام اور پائیداری پائی جاتی ہے، یعنی رحمٰن وہ ہے جس کی رحمت بے پایاں ہے گویا رحمت کا سمندر جوش مار رہا ہے، رحیم کا مطلب ہے وہ ہستی جس کی رحمت ہمیشہ رہنے والی ہے، کبھی ختم نہ ہوگی۔

عربوں کے تمدن سے واقفیت: اسی طرح عربوں کے تمدن اور ان کے عادات سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔ جس ماحول میں قرآن مجید نازل ہوا تھا، اس سے بھی ہم باخبر ہوں۔ قرآن مجید میں آتا ہے ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا، وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (البقرۃ:۱۸۹) ''یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم مکان کے پچھواڑے سے آؤ بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور دروازہ سے داخل ہو''

اب اس سے کیا سمجھا جائے، اس کا کیا مطلب ہے؟ ایسا کیوں فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کو صحیح سمجھنے کے لئے عربوں کی عادات اور ان کے تمدن سے واقفیت ضروری ہے۔ عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ طواف کرنے جاتے تھے اور طواف کر کے واپس آتے تھے تو جس دروازے سے جاتے، اس سے واپس

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں آتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ طواف کرنے کے بعد اب پاک ہوگئے ہیں۔ اس لئے اس ناپاک دروازے سے داخل نہیں ہوں گے بلکہ پچھواڑے سے داخل ہوں گے۔ اب اگر ہمیں ان کی یہ عادت معلوم ہے تو قرآن مجید کا بیان سمجھ میں آجاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے نیکی کے اس تصور کی تردید کی ہے کہ اگلے دروازے سے نہ آیا جائے بلکہ پچھواڑے سے آیا جائے، یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ نیکی تو تقویٰ کا نام ہے۔ تقویٰ اور اللہ کا خوف اختیار کرو۔

کتبِ سماویہ کی معرفت: اسی طرح قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لئے کتبِ سماوی بھی معاون ہوتی ہیں۔ اگرچہ یہ ایک بڑا لمبا معاملہ ہے، لیکن جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھیں تو ایسی تفسیر جس میں موازنہ کیا گیا ہو، سمجھنے کے لئے بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔ وبضدها تبيين الأشياء ضد سے اشیا کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے، نور کی قدر ظلمت سے ہوتی ہے۔ جب بجلی چلی جاتی ہے تو روشنی کی قدر ہوتی ہے۔ جب بجلی آجاتی ہے تو روشنی ہوجاتی ہے اور خوشی ہوتی ہے۔

اسی طرح بائبل اور تورات میں موجود چیزوں کو سامنے رکھ کر قرآن مجید پڑھیں تو کہیں زیادہ لطف محسوس ہوتا ہے اور بعض الفاظ کے اضافہ کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ﴾ (سورۃ ق: ۳۸) کہ ''ہم نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی''۔ یہ کیوں فرمایا گیا کہ ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ کون ہے مسلمان جو ایسا سمجھے بلکہ یہ مشرکین کا بھی عقیدہ نہیں تھا کہ اللہ عزوجل تھک جاتے ہیں۔ لیکن جب تورات دیکھی تو کتاب پیدائش میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ میاں نے چھ دن میں آسمان اور زمین بنائے اور ساتویں دن آرام کیا۔ تو قرآن مجید نے کہا کہ ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ اگر تورات کا بیان سامنے ہو تو ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ﴾ کے سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ اللہ میاں کی طرف انہوں نے کیسی صفت منسوب کردی۔

اسی طرح سورۃ الشمس میں آتا ہے ﴿فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾ (آیت: ۱۵) ''قومِ ثمود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے تباہ کردیا اور اللہ تعالیٰ کسی کے انجام کا خوف نہیں رکھتا'' سو اس نے تباہ کردیا۔ اسے کوئی خوف نہیں ہے، کوئی ڈر نہیں کہ کیوں تباہ کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ تورات کی کتاب الخروج میں لکھا ہے کہ قومِ ثمود کو تباہ کرنے کے بعد اللہ سبحانہ پچھتائے یعنی خدا پچھتایا، افسوس کیا اور نادم ہوا، اس لئے قرآنِ مجید میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کو اس کے گناہوں کی وجہ سے تباہ کردیا۔ اس کے انجام سے اللہ تعالیٰ کو کوئی خوف نہیں۔ پچھتانے کا سوال ہی پیدا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں ہوتا۔ وہ تو قادرِ مطلق ہے، اس کو انسانوں پر قیاس کیوں کرتے ہو؟ یہ مختلف ذرائع ہیں جن کی بنا پر ہم قرآن مجید کو سمجھ سکتے اور اس پر غور کر سکتے ہیں۔

فہم قرآن کے لئے صرف لغت کافی نہیں: قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے، حدیث سے اور پھر لغت سے۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ لغت کافی نہیں ہے کہ سنت کو آپ چھوڑ کر محض لغت کو لے بیٹھیں۔ 'قاموس' یا 'المنجد' کو لے کر بیٹھ جائیں کہ قرآن کو حل کر لیں گے، یہ بھی غلط ہے۔ بہت سے کلمات، بہت سے اَلفاظ ایسے ہیں کہ جن کی تشریح شارح نے کی ہے لیکن لغت میں اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ اَب لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعا (Prayer,Pray) کے آتے ہیں لیکن صلوٰۃ صرف دعا تو نہیں ہے۔ صلوٰۃ دین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ حج کے معنی عربی زبان میں 'قصد کرنے' کے آتے ہیں لیکن شریعت میں اس اصطلاح کے ایک خاص معنی ہیں۔ یہ ایک عبادت ہیجس کے خاص آداب، خاص شرائط اور خاص تعریف ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ اور صوم ہے۔ صوم 'صبر' کے معنی میں آتا ہے لیکن شریعت میں اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ لہٰذا بہت سے اَلفاظ شریعت کے ایسے ہیں کہ جن کو سمجھنے کے لئے لغت کافی نہیں ہے۔ لیکن بہرحال بہت سے اَلفاظ قرآن مجید میں ایسے بھی ہیں کہ جن کے لئے ہمیں لغت کی ضرورت پڑتی ہے نیز جاہلیت کے اَشعار کی مدد سے بھی ہم قرآن مجید سمجھ سکتے ہیں۔

قرآن فہمی کی راہ میں موانع

۱۔ ذہن میں ایک نظریہ خیال بٹھا کر قرآن سے اس کی تائید تلاش کرنا: کچھ موانع اور رکاوٹیں ایسی ہیں جو قرآن فہمی میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ انسان ایک خیال اپنے دل میں جما لیتا ہے اور پھر قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہے کہ میں نے جو خیال اپنے دل میں جما لیا ہے یا کسی قوم سے چرا لیا ہے یا کسی کی نقالی کی ہے۔ وہ خیال، وہ نظریہ، وہ فکر اب میں قرآن مجید سے ثابت کروں حالانکہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے ضروری یہ ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر پڑھے کہ اس مسئلہ میں قرآن مجید کیا رہنمائی دیتا ہے۔ تب تو وہ کامیاب ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔

ایک اشتراکی ذہن رکھتا ہے، اب وہ اگر قرآن مجید پڑھے گا تو کوشش یہ کرے گا کہ ہر جگہ وہ ایسی آیت ڈھونڈے یا ایسا معنی بیان کرے کہ جس سے انفرادی ملکیت کی نفی ہو اور قومی ملکیت ثابت ہو۔ اسی طرح ایک سرمایہ دار یا بہت بڑا جاگیردار ہے۔ اس کی خواہش یہ ہوگی کہ میں قرآن سے ایسی آیتیں تلاش کروں اور ایسا مطلب نکالوں کہ جس سے سود بھی جائز ہو جائے اور ساری چیزیں جائز ہو جائیں، حرام بھی حلال ہو جائے۔ یہ رویہ انتہائی خطرناک ہیجس کی بنا پر ہم قرآن مجید سے بہت دور ہو جائیں گے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قرآن کریم میں لفظ 'حدیث' کا معنی ؟: اسی طرح ایک اور مثال دیکھیں کہ جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے قرآن ہی کافی ہے۔ اب جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو ہر جگہ انہیں نظر آتا ہے کہ حدیث حجت نہیں ہے۔ ایک پڑھے لکھے آدمی ہیں، انہوں نے کتاب لکھی: ''مقامِ حدیث'' اس میں لکھا ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ اس کا ترجمہ کیا: کس حدیث پر وہ ایمان لائیں گے قرآن کے بعد؟ یہاں حدیث کا انکار کردیا۔ حالانکہ یہاں حدیث کے لغوی معنی مراد ہیں 'بات' اور بات کے معنی ہیں یعنی کس بات پر؟

یا مثلاً سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھ ڈالی ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (آیت ۶)

''لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو اس لیے بیہودگی خریدتا ہے کہ بغیر علم کے اللہ کی راہ سے بہکا دے اور اسی کا مذاق اڑائے، ایسے ہی لوگوں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

اس کا ترجمہ ایک منکر حدیث نے اس طرح کیا ہے کہ ''لوگوں میں سے وہ ہیں جو خریدتے ہیں حدیث کے مشغلے'' جو دماغ میں پہلے سے لایا ہوا خیال رفتور ہے تو لھو الحدیث سے وہی مراد لے لیا۔ حالانکہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ 'لہو الحدیث' کے معنی ہیں ہر وہ کام، بات جو اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والی ہو۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ لفظ حدیث جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کے معنی بات کے، کلام کے ہیں۔ اب یہ کلام اللہ تعالیٰ کا بھی ہوسکتا ہے اور رسول اکرمؐ کا بھی ہوسکتا ہے۔ کلام صحابہؓ اور مؤمنین کا بھی ہوسکتا ہے اور یہ کلام کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا بھی ہوسکتا ہے۔ یہاں لغوی معنی مراد ہیں حدیث کے، شرعی معنی مراد نہیں ہیں۔ شرعی معنی اور ہیں، اصطلاحی معنی اور ہیں اور لغوی معنی اور۔ قرآن مجید میں جو حدیث کا لفظ آیا ہے وہ لغت کے لحاظ سے آیا ہے، اس سے حدیثِ رسولؐ مراد نہیں ہے۔

مثلاً قرآن میں آتا ہے ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (الزمر: ۲۳)

''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے اور بار بار دہرائے جاتے ہیں'' یہاں حدیث سے قرآن مجید مراد ہے یعنی تمام کلاموں میں بہترین کلام

یا جیسے قرآنِ مجید میں آتا ہے: ﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (یوسف: ۱۱۱)

''یہ قرآن کوئی ایسی باتیں نہیں جو گھڑ لی گئی ہوں بلکہ یہ تو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس میں ہر بات کی تفصیل موجود ہے اور ایمان لانے والوں کیلئے یہ ہدایت اور رحمت ہے''

حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ بات جو ہم نے بیان کی ہے، کوئی گھڑی ہوئی نہیں ہے، کوئی افترا نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسی طرح سورۃ کہف کے شروع میں فرمایا ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ (آیت ۶) کہ ''اے نبیؐ! تم اپنے آپ کو اسی افسوس میں ہلاک کرلو گے کہ یہ لوگ اس حدیث پر ایمان نہیں لاتے''۔ یہاں حدیث سے مراد کیا ہے: قرآنِ مجید۔

کلام اللہ کو بھی حدیث کہتے ہیں، اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی بات کو بھی قرآن مجید میں حدیث کہا گیا ہے۔ سورۃ التحریم میں فرمایا: ﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ (آیت ۳) کہ ''جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے ایک بھید کی بات کہی''۔

صحابہ کرامؓ کی بات کو اور مؤمنین کی بات کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا: ﴿وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ﴾ (آیت ۵۳)

یعنی کھانا کھانے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے گھر میں بیٹھ کر گپ شپ مت کرو۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔

یہ حدیث کا لفظ کفار اور مشرکین کے اَقوال اور ان کی بات چیت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَالْحَدِيْثِ﴾

اور دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُبِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾ (النساء:۱۴۰) اور جب کوئی ایسی بات کر رہے ہوں جس میں استہزاء ہو، مذاق اڑا رہے ہوں، تو مسلمانوں کو چاہئے ان کے پاس مت بیٹھیں۔ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مشغول ہوجائیں۔

لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہمارا جو خیال اور عقیدہ ہے، اس کے مطابق قرآن مجید سے کھینچا تانی کر کے مسئلہ نکالیں۔ دراصل یہ قرآن فہمی نہیں بلکہ قرآن دشمنی ہے۔

۲۔ قرآن کریم کو تعصبات سے پاک ہوکر نہ پڑھنا: قرآن مجید کے فہم کے لئے سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہر قسم کے تعصب سے اور ہر قسم کی عصبیت سے پاک ہوکر اگر قرآن مجید کو پڑھیں گے تب تو اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی عقیدہ، کوئی فکر، کوئی ازم اپنے ذہن میں لے کر قرآن مجید کو سمجھنا چاہیں گے تو قرآن مجید سے اور دور ہوجائیں گے۔ لوگوں نے تو یہاں تک مذاق کیا ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَالْحَدِيْثِ میں مذکورہ حدیث کو حدیثِ نبوی قرار دے لیا ہے، اسے تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسی طرح ایک چیز اور بھی ہے جو بظاہر ہنسی کی بات ہے لیکن میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اس طرح مسلمان فرقہ وارانہ تعصب کی بنا پر قرآن مجید سے دور ہوگئے۔ ایک ایسے صاحب جو حضرت علیؓ کے بہت چاہنے والے تھے، نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ بھی 'شیعہ' تھے اور دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ڈالی﴿وَإِنَّ مِنْ شِيْعَتِهِ لَإِبْرَاهِيْمَ﴾ (الصافات: ۸۲) یعنی حضرت ابراہیم شیعہ تھے۔'سنیوں' نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ دی﴿إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۱۶۰)''جنہوں نے دین میں تفریق ڈالی وہ سب شیعہ ہیں، اور اے نبی! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں''۔ اور دوسری آیت پڑھ دی﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ (مریم:۶۹)

''پھر ہر گروہ میں سے ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر سخت سرکش تھے۔''

حالانکہ 'شیعہ' کے معنی جماعت کے ہیں۔ حدیث کے معنی سمجھنے میں جو غلطی کی گئی ہے یہاں بھی وہی کی جارہی ہے۔ شیعہ کا جو مفہوم مشہور ہوگیا، اس کو سامنے رکھا گیا ہے۔ لفظ شیعہ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کے معنی جماعت کے ہیں۔ گروہ کسی کا ہو، وہ اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے بھی لیکن وہ اس کو اپنی جماعت پر، اپنے گروہ پر، یا اپنے فرقہ پر چسپاں کرنے کے لئے یا مخالفین کو جواب دینے کے لئے قرآن مجید کو استعمال کرتے ہیں۔ مذہبی فرقہ وارانہ ذہنیت سے بھی انسان قرآن مجید سے دور ہوجاتا اور قرآن کو ایک کھیل بنالیتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کو سمجھ کر نہ پڑھنا: قرآن فہمی کے موانع میں سے ایک یہ ہے کہ انسان قرآن مجید پڑھتا ہے لیکن اس کو سمجھتا نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو بس تبرکاً پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ایک بار کہا تھا کہ

''سب سے مظلوم کتاب قرآنِ مجید ہے۔ اس لئے کہ ساری کتابیں اور ساری تحریریں سمجھ کر پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن قرآن مجید ہی ایک ایسی مظلوم کتاب ہے کہ جس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہم بے سمجھے ہی اس کو پڑھ لیں تو یہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور اس طرح ہی قرآن مجید کا حق ادا ہوجاتا ہے۔''

حالانکہ حقیقتاً 'قراء' کا لفظ جو قرآن وحدیث میں آیا ہے یا مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ کے ارکان 'قراء' تھے۔ تو قرآء سے مراد جاہل قاری نہیں ہیں جو حرف کا مخرج تو نکال سکتے ہیں لیکن قرآن مجید کے معنی نہیں جانتے۔ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ کے جو ارکان تھے وہ قراء تھے یعنی وہ علماء تھے، کتاب وسنت کے عالم تھے، قراء کے معنی پڑھنے والوں کے ہیں کہ آدمی سمجھ کر پڑھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بے سمجھے اگر کسی نے قرآن مجید پڑھا تو ثواب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ثواب دینے والا ہے۔ اس کے خزانہ میں کیا کمی ہے، میں اس سے بحث نہیں کرتا۔ میں عرض کررہا ہوں کہ قرآن مجید کا تقاضا کیا ہے، وہ ہم سے چاہتا کیا ہے؟

پھر ہم میں ایک اور عجیب بات ہے۔ ہم نے قرآن مجید کو تبرک سمجھا ہوا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شاہی مسجد لاہور میں ایک صاحب بڑی محنت کر رہے ہیں۔انہوں نے سونے کے تاروں سے قرآن مجید لکھنا شروع کیا بلکہ ختم کرلیا ہے۔اب لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں گویا یہ بڑا کمال ہے۔اب قرآن مجید سونے کے تاروں سے لکھا جارہا ہے۔حالانکہ سوال یہ ہے کہ آپ قرآن مجید پڑھنے کا اور اس کو سمجھنے اور سمجھانے کا ایسا طریقہ اختیار کیجئے کہ جس سے دل کے تار ہل جائیں ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ (یونس:۵۷)

''یہ تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت ہے اور سینوں میں جو روگ ہیں،ان کے لئے شفا ہے''۔

قرآن مجید تبرک کے لئے ایک کتاب ہے: ویسے آج کل ایک اور بیماری ہے۔وہ یہ کہ آج کل تعویذ گنڈے بہت چل رہے ہیں۔ بہت سی کتابیں لکھ دی گئی ہیں۔لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید نزلہ، زکام،کھانسی، بخار کے علاج کے لئے ہے۔عورت کے بچہ ہونے والا ہے تو فال کھولی جاتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ایسا کرو، ویسا کرو۔گویا کہ یہ ہمارے حکیم وڈاکٹر سب بیکار ہوگئے اور لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ قرآن مجید بس اسی مقصد کے لئے نازل ہوا تھا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ توپ تو بنی تھی دشمنوں کو مارنے کے لئے لیکن ہم اس سے مچھر مکھی مار رہے ہیں۔مچھر اور مکھی اس سے مرتو جائیں گے لیکن توپ اس لئے بنائیتھیں گئی۔قرآن مجید کی آیتوں کے نقش بنائے جاتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں۔حالانکہ اس طرح یہ لوگ قرآن مجید سے مسلمانوں کو دور کر رہے ہیں۔

ایک اور بڑا مسئلہ ہے، جس کا ہمارے ہاں عام رواج ہے۔ممکن ہے بہت سے حضرات اس کو نامانوس محسوس کریں وہ ہے: قرآن خوانی۔قرآن دانی کی بجائے قرآن خوانی۔قرآن خوانی کا رواج بہت ہے۔اگر کوئی مر جائے اور اس نے ساری عمر قرآن نہ پڑھا ہو، اور پڑھنے والے کو بھی قرآن پڑھنا نہ آتا ہو لیکن لوگ جمع ہوتے ہیں۔ تیجا چالیسواں کیا کچھ ہوتا ہے تاکہ قرآن مجید پڑھ کر مردے کو ثواب پہنچایا جائے۔ میں نے ایک صاحب سے کہا کہ قرآن مجید میں کتنی بار آیا ہے ﴿أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ نماز قائم کرنے پر تو عمل نہیں ہوتا لیکن آپ قرآن خوانی کر رہے ہیں۔قرآن خوانی کافی نہیں ہے،قرآن دانی ضروری ہے۔لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ قبر میں جو دفن ہوگیا ہے قرآن مجید اس کے لئے اس کو بخشوانے کے لئے ہے اور بس، ہمارے لئے نہیں ہے۔حالانکہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے لئے ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں جو روگ، اخلاقی بیماریاں ہیں اور روحانی امراض ہیں،عقائد کی بیماریاں ہیں،ان کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ یہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے جو چلتے پھرتے مردے نظر آرہے ہیں،ان کا علاج قرآن میں ہے۔ جو قبر میں چلے گئے،ان کا معاملہ اللہ کے ہاں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے۔اب آپ چاہے کتنا ہی پڑھتے رہیں۔ یہ ایسا ہے جیسے عیسائیوں میں رواج ہوا کرتا تھا کہ جب کوئی مرگیا تو نجات نامہ، ویزا، جنت کا پرمٹ دیا کرتے تھے۔مردہ کے سینے پر لکھ کر لگا دیا کرتے تھے کہ یہ جہنم میں نہیں جائے گا۔سیدھا جنت میں جائے گا۔یسوع مسیحؑ کی بادشاہت میں جائے گا۔اسی طرح ہمارا بھی یہ عقیدہ ہے، یہ خیال ہے، یہ رواج ہوگیا ہے کہ ہم ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ایصالِ ثواب غلط ہے، ایک تو موجودہ اجتماعی شکل میں جو رواج ہے، یہ بالاتفاق غلط ہے لیکن اگر کوئی انفرادی طور پر کچھ پڑھ لیتا ہے اور ثواب پہنچا دیتا ہے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ سلف میں بعض اس کے قائل ہیں، بعض نہیں۔جس کو صدمہ پہنچا ہے وہ قرآن مجید پڑھ کر مغفرت کی دعا کرے تو اس کی گنجائش شریعت میں نکل سکتی ہے۔لیکن یہ طریقہ کہ برادری کے تمام لوگ جمع کرلئے جائیں اور جس کے ہاں غمی ہوئی ہے، اسے کھانا بھی کھلانا پڑے، آخر یہ کیا چیز ہے؟

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن مجید تو قبر والوں کے لئے ہے۔ جو قبر سے باہر ہیں، ان کے لئے نہیں ہے؟ یہ چیز درحقیقت ہمیں قرآن مجید سے دور کررہی ہے۔ یہ بڑا افسوسناک طرزِ عمل ہے۔ یہ قرآن فہمی اور قرآن دانی میں رکاوٹ ہے۔اس کے علاوہ لوگ قرآن مجید سے فال نکالتے ہیں۔عدالتوں میں قرآن مجید پر حلف اٹھاتے ہیں۔ سچے ہوں یا جھوٹے ہوں، قرآن مجید کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ دلہن اگر جارہی ہو تو قرآن مجید اچھے غلاف میں لپیٹ کر جہیز میں دے دیا جاتا ہے۔ چاہے وہ اسے ساری عمر نہ پڑھے۔ جذبہ تو بہت اچھا ہے لیکن پہلے اسے پڑھایا تو ہوتا۔ پہلے اس میں قرآن مجید کا ذوق وشوق تو پیدا کیا ہوتا تاکہ بعد میں اپنے شوہر کے ہاں جائے تو سمجھ کر پڑھ سکے۔ اس پر عمل کرسکے اور اپنے بچوں کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تربیت دے سکے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اسلام آئے اور قرآن مجید اور سنت کا نظام جاری ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کو اسے صحیح معنی میں سمجھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور جو باتیں میں نے صحیح بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے اور جو غلط بات کہی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے سننے سے اسے محو کردے۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

اسی موضوع پر محدث کے سابقہ شماروں میں ہی شائع ہونے والی دو عمدہ تحریریں جن سے اس بیش قیمت مضمون کے بعض پہلوؤں کی وضاحت ہوتی ہے اور بعض نئے گوشے اجاگر ہوتے ہیں، قابل مطالعہ ہیں۔ان دونوں مضامین کو دو نامور مفسرین قرآن نے تحریر کیا تھا، جواب وفات پا چکے ہیں، اللہ ان کو معاف فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، شائقین ان دونوں مضامین کو منگوا کر ضرور پڑھیں۔ [حسن مدنی]

۱۔ قرآن فہمی کے بنیادی اُصول، از مولانا محمد عبدہ الفلاحؒ، مفسر 'اشرف الحواشی'
شائع شدہ ماہنامہ 'محدث': اگست ۱۹۹۹ء

۲۔ قرآن نافہمی کے اسباب اور ان کا علاج، از مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ، مفسر تفسیر 'تیسیر القرآن'
شائع شدہ ماہنامہ 'محدث': اگست ۲۰۰۰ء

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

❑ ۱۵ منٹ میں ۹ قرآن کا ثواب، جن نکالنے کی اُجرت، مجبور آدمی کی طلاق
❑ نمازِ تراویح باجماعت، طلاق وخلع کی عدت گزرنے کے بعد صلح

سوال : ایک پمفلٹ بعنوان ''صرف ۱۵ منٹ میں ۹ رقرآن پاک اور ایک ہزار آیات پڑھنے کا ثواب مل سکتا ہے'' ارسالِ خدمت ہے جس میں کلامِ حکیم کی کچھ سورتیں اور آیات درج ہیں۔احادیث کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ ان کی مجوزہ تلاوت سے مذکورہ ثواب مل سکتا ہے۔ یہ طریقہ عام ہونے سے خدشہ ہے کہ اکثر لوگ سارے قرآن کریم کی تلاوت چھوڑ دیں گے۔ (محمد اسلم رانا: المذاہب، لاہور)

جواب: مذکورہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔شریعتِ اسلامیہ میں اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی ، اس لئے ایسے دعوؤں پر اعتماد تب ہی ہوسکتا ہے جب شریعت میں ان کی کوئی دلیل ملے ورنہ یہ نا قابل اعتبار ہیں۔

سوال: بعض لوگوں کو جنوں کی شکایت ہوجاتی ہے، کیا کسی عالم دین سے جن نکلوائے جائیں تو وہ اس کی فیس کا تقاضا کرسکتا ہے۔جن کن لوگوں سے نکلوائے جائیں؟ (حکیم محمد رمضان، رحیم یار خان)

جواب :حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث میں ہے:'' سب سے زیادہ حقدار شئ جس پر تم اُجرت لو وہ کتاب اللہ ہے''۔اس حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں کسب الاطباء کا عنوان قائم کیا ہے یعنی طبیبوں کی کمائی اور ابن ماجہ نے أجر الرقی (دم کرنے والے کی اُجرت) کا عنوان قائم کرکے بھی اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ حدیث دم جھاڑا کی صورتوں پر محمول ہے۔یعنی اگرچہ سب دم جھاڑوں پر (جو شرع کے خلاف نہ ہوں) اُجرت لینا درست ہے۔لیکن کتاب اللہ کے ساتھ دم جھاڑا کرکے جو کچھ لیا جاتا ہے، وہ زیادہ بہتر ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا حصہ بھی رکھا۔

فیس کی ادائیگی کا کوئی حرج نہیں۔ مذکورہ حدیث کی بنا پر جواز ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ دم جھاڑا شرکیہ کلمات سے مبرا ہونا چاہئے۔سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ ابن جبرین اور شیخ الفوزان سمیت فتاویٰ کے لئے قائم دائمی کمیٹی کا فتویٰ بھی اُجرت لینے کے جواز پر ہے۔ملاحظہ ہو کتاب الفتاویٰ الذهبية فی الرقی الشرعية صفحہ ۳۸ اور صفحہ ۵۶، ۱۰۵۔اور ہمارے شیخ محدث روپڑیؒ بھی فتاویٰ اہلحدیث میں اِس کے جواز کے قائل ہیں۔ ہاں البتہ غلط عقیدہ کے آدمی سے دم جھاڑا کرانا حرام ہے۔ پختہ کار موحد سے علاج کرانا چاہئے جس کا عقیدہ شرک کی ملاوٹ سے پاک ہو۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سوال: میں نے اپنی بیوی کو چار مرتبہ طلاق دی ہے۔ چاروں مرتبہ طلاق کا لفظ میری بیوی نے یا ان لوگوں نے مجھ سے کہلوایا جو اس وقت موجود تھے۔ میں نے جب بھی طلاق کے الفاظ کہے تو اس وقت دل اور دماغ میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ میں مرگی کی تکلیف میں ۳۰ سال سے مبتلا ہوں اور مرگی کی ایک دوا ہے جس کے استعمال سے میرا دل اور دماغ میرا ساتھ نہیں دیتے۔ یہ دوا اتنی نشہ والی ہے کہ اس کے استعمال سے دورہ تو نہیں پڑتا لیکن دوا کے استعمال کرنے سے ایسی حالت پیدا ہوجاتی ہے کہ ہوش نہیں رہتا۔ ایسی صورتحال میں شریعت کی راہنمائی کیا ہے؟

جواب: صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: لیس لمجنون ولا لسکران طلاق دیوانے اور نشہ والے کی طلاق کا اعتبار نہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: طلاق السکران والمستکرہ لیس بجائز یعنی نشہ والے اور مجبور کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قصہ علی اور حمزہ جس میں یہ ہے کہ نشہ کی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نازیبا کلمات کہے، اس پر حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں: وھو من أقوی أدلة من لم یؤاخذ السکران بما یقع عنه فی حال سکرہ من طلاق وغیرہ (فتح الباری: ۹/۳۹۱) یہ قصہ ان لوگوں کی سب سے مضبوط دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حالتِ نشہ میں طلاق وغیرہ واقع نہیں ہوتی لہٰذا مذکورہ بالا صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔

سوال: آج کل بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ نمازِ تراویح باجماعت پڑھنا بدعت ہے اور یہ نماز عشاء سے متصل نہیں بلکہ پچھلی رات یعنی رات کے آخری حصہ میں باجماعت اَدا کی جائے۔

جواب: نمازِ تراویح باجماعت پڑھنا بدعت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت تین چار راتوں تک قیام اللیل فرمایا تھا۔ پھر محض اس وجہ سے اس عمل کو ترک کیا تھا کہ کہیں فرض نہ ہوجائے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب فرضیت کا یہ خدشہ زائل ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نیک کام کو دوبارہ پھر شروع کردیا۔ عشاء کے بعد کسی وقت بھی قیام اللیل ہوسکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس امر پر واضح دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی سہولت کے پیش نظر اس کو رات کے پہلے حصہ میں مقرر کردیا جو کوئی بدعت کام نہیں، تراویح کے جملہ مسائل کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: کتاب قیام اللیل مؤلفہ امام محمد بن نصر مروزی۔

سوال: ۱۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر رجوع نہیں کیا اور نہ ہی بعد میں دوسری اور تیسری طلاقیں دیں۔ کئی سال گزر جانے کے بعد دونوں فریق صلح پر رضامند ہیں۔ کیا عورت کسی دوسری جگہ نکاح کئے بغیر اپنے پہلے خاوند کے گھر آباد ہوسکتی ہے؟ (محمد طیب خلیق، چونیاں)

۲۔ ایک عورت نے عدالت سے خلع کی ڈگری حاصل کی۔ کئی ماہ گزر جانے کے بعد وہ اپنے پہلے خاوند

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے گھر آباد ہونا چاہتی ہے، اس کی شرعی صورت کیا ہوگی؟

۴۔ جمعۃ المبارک کے دن اُردو یا پنجابی تقریر کے بعد عربی خطبہ سے پہلے مساجد میں جو چندہ مانگنے کا رواج ہے اور ہر چندہ دینے والے کا نام بلند آواز سے پکارا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۵۔ کیا دورِ حاضر میں کسی مسجد کو 'مسجد ضرار' کہا جاسکتا ہے؟

۶۔ خطبہ جمعہ کے لئے صبح شام خطبا حضرات کا لمبے لمبے القابات کے ساتھ بار بار اعلان کرنا شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

۷۔ ایک مسجد اور اس کی جگہ جماعت اہلحدیث کے نام ہے۔ بعد میں انتظامیہ اس مسجد کو بذریعہ اشتہام پیپر ایک مولوی کے نام لکھ دیتی ہے، اب وہ وہاں سیاہ وسفید کا مالک ہے، کسی کو حساب کتاب دینے کا پابند نہیں، جس کو چاہے رکھے اور جس کو چاہے نکال دے۔ دوسرے الفاظ میں مسجد اس کی ذاتی ملکیت بن جاتی ہے، اس میں نماز کی کیا صورت ہے؟

۸۔ رمضان میں اعتکاف کس روز بیٹھنا چاہئے اور کب؟ جب کہ بروایتِ عائشہ صدیقہؓ اعتکاف صبح کی نماز کے بعد بیٹھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

۹۔ اگر اکیسویں روزے کی صبح کو معتکف اعتکاف میں داخل ہوتا ہے تو اکیسویں طاق رات ضائع ہوجاتی ہے اگر بیس کی صبح کو معتکف اعتکاف میں داخل ہوا تو پھر طاق رات شامل ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولانا عبدالسلام بستویؒ اس کے قائل ہیں، ہمارے ہاں رواجی طور پر اکیس کی رات کو معتکف تیاری کرتا ہے اور صبح کی نماز کے بعد اِعتکاف میں داخل ہوتا ہے اصل صورت حال کیا ہے؟

جوابات: ۱۔ ایک طلاق پر علیحدگی کی صورت میں دوبارہ اسی شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے۔ صحیح بخاری باب من قال لا نکاح الا بولی میں حضرت معقلؓ بن یسار کی ہمشیرہ کا قصہ اس امر کی واضح دلیل ہے۔ بایں صورت دوسری جگہ نکاح کی قطعاً ضرورت نہیں۔ واضح ہو کہ شرعاً ایک طلاق کے بعد دوسری، تیسری طلاق کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ایک طلاق ہی سے علیحدگی ہوجاتی ہے۔ دوسری دونوں طلاقوں کا استعمال بھی اسی طرح بوقتِ ضرورت ہے۔

۲۔ خلع حاصل کرنے والی عورت دوبارہ نکاح کے ذریعہ آباد ہوسکتی ہے، شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں۔

۴۔ خطیب کی طرف سے تھوڑے سے وقفہ کی صورت میں بظاہر کوئی حرج نہیں۔ دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے نام بھی پکارا جاسکتا ہے۔ خطبہ جمعہ میں سامعین کا آپس میں ہم کلام ہونا درست نہیں اور اگر خطیب کسی سے مخاطب ہو یا کوئی خطیب سے مخاطب ہے تو پھر جواز ہے جس طرح کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے جمعہ کے خطبہ میں بارش کی دعا کی درخواست کی تھی۔ سلیک بن عمرو غطفانی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے بارے میں بعض روایات میں ہے کہ خطبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ ملاحظہ ہو فتح الباری، پھر بھی بہتر یہ ہے کہ اس امر کو جمعہ کے بعد تک مؤخر کر دیا جائے۔

۵۔ دراصل اس بات کا انحصار اہل مسجد کے رویہ پر ہے۔ اگر تو ان کا مقصود شریعت کے خلاف سازشیں کرنا اور مسلمانوں کی جمعیت میں افتراق و انتشار کا بیج بونا ہے جس طرح کہ مرزائیوں اور دیگر باطل پرست گروہوں کی عبادت گاہیں ہیں تو یہ بلاشبہ اس حکم میں داخل ہیں۔

۶۔ بلاشبہ ہر صاحب علم کا اِحترام و اکرام مسلم ہے۔ حقدار کو اس کا حق ملنا چاہئے لیکن واقعہ کے خلاف فضول اَلقابات سے کسی کو نوازنا یا مبالغہ آرائی سے کام لینا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے خطیبِ مشرق ومغرب یا خطیبِ ارض وسماء وغیرہ وغیرہ۔ بہرصورت اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ہاں جوشیلی اور حواس باختہ فضاء میں اِصلاح کی شدید ضرورت ہے۔ مصلحین کو آگے بڑھ کر یہ فرض ادا کرنا چاہئے۔ ہر دو کا اس میں ہی بھلا ہے۔

معاشرہ میں اس حد تک بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ بعض حریص اور لالچی مولوی اپنے پسندیدہ القاب لکھ کر لوگوں کے حوالے کرتے ہیں کہ ان آداب کے ساتھ جلسہ کا اشتہار شائع کراؤ جس میں میرا نام سب سے اوپر یا درمیان میں موٹا اور سب سے نمایاں ہونا چاہئے اور بعض حضرات جلسوں میں مخصوص اَفراد مقرر کرتے ہیں تاکہ وہ دورانِ تقریر حسبِ منشا پسندیدہ نعروں سے ان کا پیٹ بھر سکے. اس طرزِ عمل پر جتنا بھی افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ ہمارے مقابلہ میں عربوں کا مزاج آج بھی سادگی پسند ہے، مبالغہ آرائی سے بے حد نفرت کرتے ہیں اور فضول اَلقاب سے کوسوں دور ہیں۔ اللہ ربّ العزت ہم میں بھی صحیح سمجھ پیدا فرمائے تاکہ ہم دنیا وآخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

۷۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کوتاہی کا پہلو دونوں طرف میں پایا جاتا ہے۔ بعض جگہ انتظامیہ کو علماء تبدیل کرنے کا چسکا ہوتا ہے۔ قدم جما کر کسی کو کام کرنے کا موقع نہیں دیتے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری چودھراہٹ اور قدر و قیمت میں کمی واقع ہو جائے۔ دوسری طرف بعض علماء بھی مسجد کو اپنی ذاتی جاگیر تصور کرتے ہیں جو خطرناک کھیل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ باہمی اعتماد سے طرفین فضا کو سازگار بنائیں تاکہ دعوتِ دین کے مقاصد کے حصول میں آسانی پیدا کر کے مسجدوں کی تاسیس وتعمیر اور ترقی کے مقصد اعلیٰ ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ کی حکمت کو پا سکیں اور سب سے بڑھ کر اس فرض کی ادائیگی علماءِ کرام اور انبیاء علیہم السلام کے وارثوں پر عائد ہوتی ہے کہ اس پر غور و فکر کریں۔ مذکورہ مسجد میں نماز تو ہو جائے گی لیکن مولوی صاحب کی اِصلاح کی کوشش جاری رہنی چاہئے.

۸۔ اعتکاف بیسویں روزہ کی نمازِ فجر کے بعد بیٹھنا چاہئے ہمارے ہاں قصبہ سرہالی کلاں ضلع قصور میں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

الحمدللہ اس پر عمل جاری وساری ہے۔عرصہ ہوا ہفت روزہ 'الاعتصام' میں میرا ایک مضمون اعتکاف کا صحیح وقت کون سا ہے؟ شائع ہوا تھا، اس میں بدلائل میں اسی بات کو اختیار کیا گیا ہے۔

آپ کی بات سے مجھے اتفاق ہے ۔ فتاویٰ ثنائیہ میں مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔مسئلہ ہذا میں اگر تفصیل مطلوب ہوتو مرعاۃ المفاتیح کی طرف رجوع فرمائیں۔

سوال: سانس کے ساتھ ذکر کرنا مثال کے طور پر الله هو وغیرہ، یا ذکر کرتے ہوئے سانس دبا لینا اندر والا سانس اندر اور باہر والا سانس باہر، آہستہ سانس اور نبض کی رفتار کے ساتھ ذکر کرنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور جو کہتے ہیں کہ جو دم غافل سو دم کافر وغیرہ.....؟؟ (محمد اسماعیل خان ذبیح)

جواب: ذکر کا مذکورہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں۔صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ جو دین میں اضافہ کرے وہ مردود ہے۔اور جو دم غافل سو دم کافر ان لوگوں کا خود ساختہ جملہ ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ بہ نیت، حالتِ غفلت بھی مؤمن کی عبادت میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ مسند ابویعلی میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کراماً کاتبین کو حکم فرمائیں گے کہ میرے بندے کے لئے فلاں فلاں اجر لکھو۔فرشتے کہیں گے: اے ہمارے ربّ! ہمیں یاد نہیں کہ اس نے یہ کام کئے ہوں اور نہ ہی ہمارے صحیفوں میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے اس کی نیت کی تھی اور نسائی میں حضرت ابوالدرداء نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں

''جب آدمی بستر پر لیٹتا ہے اور رات کو قیام کا ارادہ ہے لیکن صبح تک آنکھ نہیں کھلتی تو اللہ اس کو بقدرِ نیت ثواب عطا کرتا ہے اور اس کی نیند ربّ کی طرف سے اس پر صدقہ بن جاتی ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اَحکام ومسائل

ڈاکٹر سہیل حسن

مُحرّم اور عاشوراء صحیح احادیث کی روشنی میں!

محرم کی فضیلت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾ (التوبہ:۳۶)

''بے شک شریعت میں مہینوں کی تعداد ابتداءِ آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ہے۔ان میں چار حرمت (اَدب) کے مہینے ہیں۔یہی مستقل ضابطہ ہے تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق) سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو''

تفسیر جامع البیان،ص ۱۶۷ میں ہے:

فان الظلم فيها أعظم وزرا فيما سواه والطاعة أعظم أجرا

یعنی''ان مہینوں میں ظلم وزیادتی بہت بڑا گناہ ہے اوران میں عبادت کا بہت اجر وثواب ہے''

تفسیر خازن، جلد۳ص ۷۳ میں ہے کہ ان مہینوں کا نام حرمت والے مہینے اس لئے پڑ گیا کہ عرب دورِ جاہلیت میں ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے اوران میں لڑائی جھگڑے کو حرام سمجھتے تھے۔حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بھائی کے قاتل کو بھی پاتا تو اس پر حملہ نہ کرتا۔اسلام نے ان کے عزت واحترام کو مزید بڑھایا۔ نیز ان مہینوں میں نیک اَعمال اور اللہ کی اطاعت ثواب کے اعتبار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔اسی طرح ان میں برائیوں کا گناہ دوسرے دنوں کو برائیوں سے سخت ہے۔لہٰذا ان مہینوں کی حرمت توڑنا جائز نہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ

''رسول اللہ ﷺ نے ایامِ تشریق میں مقامِ منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگو! زمانہ گھوم پھر کر آج پھر اسی نقطہ پر آ گیا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی تھی۔سن لو، سال میں بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں، وہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔''

حضرت قتادہؒ نے فرمایا:''ان مہینوں میں عمل صالح بہت ثواب رکھتا ہے اور ان مہینوں میں ظلم وزیادتی بہت بڑا گناہ ہے۔''

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

''بے شک زمانہ گھوم کر پھر اسی نقطہ پر آ گیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، اس میں چار مہینے حرمت والے ہیں جس میں تین لگاتار ہیں: ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم، چوتھا رجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے''۔

ان حرمت والے مہینوں میں کسی قسم کی برائی اور فسق و فجور سے کلی طور پر اجتناب کرنا اور ان کے احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ یوں تو چاروں مہینے برکت وفضیلت سے بھرپور ہیں، لیکن ہم یہاں صرف ماہِ محرم کا تذکرہ کریں گے۔ ماہ محرم وہ مہینہ ہے جس میں دس تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے روزے کا دن قرار دیا اور اسے سال بھر کے لئے کفارۂ گناہ ٹھہرایا ہے۔

محرم کے روزے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے روزے ہیں، جو اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔'' (صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم / مشکوٰۃ ص:۱۷۸)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''عرفہ کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جو محرم کے روزے رکھے۔ اسے ہر روزہ کے عوض تیس روزوں کا ثواب ملے گا۔''

اس روایت کو امام طبرانیؒ نے کتاب الصغیر میں ذکر کیا ہے۔ یہ روایت غریب ہے، اس کی سند اگرچہ اعلیٰ پائے کی نہیں پھر بھی قابل قبول ہے۔ (الترغیب والترہیب: ص ۳۳۷)

ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ رمضان کے بعد میں کس ماہ میں روزے رکھوں۔ آپؐ نے فرمایا: محرم کے روزے رکھ کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور ایک اور قوم کی توبہ قبول کرے گا۔ (الترغیب والترہیب: ص ۲۳۶)

عاشوراء محرم کا روزہ

ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کے متعلق اگرچہ عمومی طور پر صحیح احادیث وارد ہیں لیکن خصوصی طور پر 'یومِ عاشوراء' یعنی دس محرم کے روزے کے متعلق کثرت سے اَحادیث آئی ہیں جن سے اس دن کے روزہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں وارد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عاشوراء کے روزہ کی فضیلت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''اس سے ایک سالِ گذشتہ کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔'' (مسلم: ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ ''آپؐ چار چیزیں نہ چھوڑا کرتے تھے، ان میں سے ایک عاشوراء کا روزہ ہے۔'' (سنن النسائی)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی اکرم ﷺ کو کسی دن کے روزے کا دوسرے عام دنوں کے روزوں پر افضل جاننے کا ارادہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح یوم عاشوراء اور ماہِ رمضان کا اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے روزے کا حکم فرماتے تھے اور اس کی ترغیب دیتے تھے اور اس کا خیال رکھتے تھے اور تاکید فرماتے تھے لیکن جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا اور نہ ہی اس سے منع کیا اور نہ آپ ﷺ نے ہمارے لئے اس کا خیال رکھا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل یومِ عاشورہ، مشکوٰۃ: ۱۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا لیکن فرضیتِ رمضان کے بعد اس کی فرضیت ختم ہوگئی، اب عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

بخاری مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ عاشوراء کے روز رسول ﷺ نے صحابہ کرام اجمعینؓ کو فرمایا کہ ''آج کا روزہ رکھنا کسی کے لئے ضروری نہیں، میں آج روزے سے ہوں۔ جو شخص چاہتا ہے روزہ رکھے اور اگر روزہ نہ رکھا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں''۔

ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''اہل جاہلیت اس دن روزہ رکھتے تھے۔ فرضیتِ رمضان سے قبل مسلمان بھی روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا روزہ رکھا'' پھر فرمایا کہ

''ایام اللہ میں سے یہ بھی ایک عام دن ہے، جو کوئی اس دن روزہ رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے'' (رواہ مسلم عن ابی قتادہ)

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اب جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے''۔ (صحیح بخاری)

عاشوراء کے ساتھ ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے یہود کی مشابہت سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا''۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے، ابن عباس اس حدیث کے راوی ہیں کہ

> ''جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ایسا دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ بڑی تعظیم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ آئندہ سال ان شاء اللہ ہم دس محرم کے ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔ اگلا سال آنے سے قبل آپ ﷺ وفات پا گئے''۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: ص ۱۷۹)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ایک روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔تم ان کی مخالفت کرو اور اس کے ساتھ نو تاریخ کا روزہ بھی رکھو''۔

ابن ہمامؒ نے فرمایا کہ ''مستحب امر یہ ہے کہ دس تاریخ سے ایک دن پہلیر وزہ رکھا جائے پس اگر صرف ایک روزہ رکھا تو مکروہ ہے۔''

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے روزے کا حکم فرماتے ہیں مگر جب رمضان فرض ہوگیا تو فرماتے تھے جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے''۔(صحیح بخاری)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ۱۱ر محرم کا ذکر بھی ملتا ہے یعنی ۹ محرم یا ۱۱ر محرم۔

عاشوراء کا روزہ اور یہود

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو قومِ یہود کو عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم دن ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔اس پر موسیٰ علیہ السلام اس دن شکر کا روزہ رکھا پس ہم بھی ان کی اتباع میں اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ کے زیادہ قریب اور حقدار ہیں۔سو رسول اللہ ﷺ نے خود روزہ رکھا اور صحابہؓ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا''۔(مشکوٰۃ المصابیح،ص:۱۸۰،صحیح بخاری باب صوم یوم عاشورہ)

یوم عاشوراء اور عرب

عاشوراء کے دن کی فضیلت عرب کے ہاں معروف تھی، اس لئے وہ بڑے بڑے اہم کام اسی دن سرانجام دیتے تھے مثلاً روزہ کے علاوہ اسی روز خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ بھی مکی دور میں یومِ عاشوراء کے روزوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

> ''قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانہ میں روزہ رکھا کرتے تھے پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو آپؐ نے عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا اور فرمایا جس کا جی چاہے، اس دن روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔''(صحیح بخاری)

ماہِ محرم میں روزے کے سوا اور کوئی عمل ثابت نہیں۔اس کے علاوہ جو اعمال و رسوم کئے جاتے ہیں شریعت سے ان کا دور سے بھی تعلق نہیں۔خیبر کے لوگ اس دن اچھے لباس کا اہتمام کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرما دیا تھا چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ

> ''اہل خیبر یوم عاشوراء کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔اسی دن لوگ روزے رکھتے تھے اور اس دن کو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عید کا دن قرار دیتے تھے اور اس دن اپنی عورتوں کو اچھے اچھے لباس اور زیورات پہناتے تھے۔
رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: تم اس دن صرف روزہ رکھو'۔ (صحیح مسلم)

حاصل یہ ہے کہ اللہ ارحم الراحمین اور نبی رحمت للعالمین نے امتِ مسلمہ کو ماہِ محرم خصوصاً یومِ عاشوراء کی فیوض و برکات سے مطلع کردیا ہے تاکہ ہم شریعت کی ہدایات کے مطابق عمل کرکے سعادتِ دارین حاصل کرسکیں مگر بعض بے علم لوگوں نے ان ثابت شدہ ہدایات پر قناعت نہیں کی بلکہ یومِ عاشوراء کے فضائل میں بے شمار موضوع و مہمل حدیثوں کو گھڑ لیا اور اس کے ذریعے خاص و عام سبھی کو گمراہ کیا۔

ماہِ محرم کی بدعات

ہم نے ماہِ محرم سے بہت سے غلط رواج وابستہ کرلئے ہیں، اسے دکھ اور مصیبت کا مہینہ قرار دے لیا ہے جس کے اظہار کے لئے سیاہ لباس پہنا جاتا ہے۔ رونا پیٹنا، تعزیہ کا جلوس نکالنا اور مجالس عزا وغیرہ منعقد کرنا یہ سب کچھ کارِ ثواب سمجھ کر اور حضرت حسینؓ سے محبت کے اظہار کے طور پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں نبی ﷺ کے فرمودات کے صریح خلاف ہیں۔ شیعہ حضرات کی دیکھا دیکھی خود کو سنی کہلانے والے بھی بہت سی بدعات میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ مثلاً اس ماہ میں شادی بیاہ کو بے برکتی اور مصائب و آلام کے دور کی ابتدا کا باعث سمجھ کر اس سے احتراز کیا جاتا ہے اور لوگ اعمالِ مسنونہ کو چھوڑ کر بہت سی من گھڑت اور موضوع احادیث پر عمل کرتے ہیں مثلاً بعض لوگ خصوصیت سے عاشوراء کے روز بعض مساجد و مقابر کی زیارتیں کرتے اور خوب صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور اس دن اہل و عیال پر فراخی کرنے کو سارے سال کے لئے موجب برکت سمجھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کیا ماہِ محرم صرف غم کی یادگار ہے؟

شہادتِ حسینؓ اگرچہ اسلامی تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ہے لیکن یہ صرف ایک واقعہ نہیں جس کی یاد محرم سے وابستہ ہے بلکہ محرم میں کئی دیگر تاریخی واقعات بھی رونما ہوئے ہیں جن میں سے اگرچہ چند ایک افسوسناک ہیں تو کئی واقعات ایسے بھی ہیں جن پر خوش ہونا اور خدا کا شکر بجا لانا چاہئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰؑ کی اقتدا میں عاشورے کے دن شکر کا روزہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن موسیٰؑ کو فرعون سے نجات دی تھی۔ نیز اگر اتفاق سے شہادتِ حسینؓ کا المیہ بھی اسی ماہ میں واقع ہوگیا تو بعض دیگر جلیل القدر صحابہؓ کی شہادت بھی تو اسی ماہ میں ہوئی ہے۔ مثلاً سطوتِ اسلام کے عظیم علمبردار خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ اسی ماہ کی یکم تاریخ کو حالتِ نماز میں ابولؤلؤ فیروز نامی ایک مجوسی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے، اس لئے شہادتِ حسینؓ کا دن منانے والوں کو ان کا بھی دن منانا چاہئے..... لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام اسی طرح دن منانے کی اجازت دے دے تو سال کا کوئی ہی ایسا دن باقی رہ جائے جس

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں کوئی تاریخی واقعہ یا حادثہ رونما نہ ہوا ہو اور اس طرح مسلمان سارا سال انہی تقریبات اور سوگوار ایام منانے اور ان کے انتظام میں لگے رہیں گے۔ ہمارے نبی ﷺ، اہل بیتؓ، صحابہؓ اور سلف صالحین پر ایسی ایسی مشکل گھڑیاں آئیں کہ ان کے سننے سے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کیا شہادتِ حمزہؓ، شہادتِ عمرؓ، شہادتِ عثمان ذوالنورینؓ، شہادتِ علیؓ اور شہادت عبداللہ بن زبیرؓ کے لرزہ خیز واقعات سننے کی تاب کسی کو ہے؟ تو بتایئے کس کس کا دن منایا جائے؟؟

اچھے یا بُرے دن منانے کی شرعی حیثیت

اسلام نے واقعاتِ خیر وشر کو ایام کا معیارِ فضیلت قرار نہیں دیا بلکہ کسی مصیبت کی بنا پر زمانہ کی برائی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قرآن مجید میں کفار کے اس قول کی مذمت بیان کی ہے:

﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثیہ:۲۴) یعنی ''ہمیں زمانہ کے خیر وشر سے ہلاکت پہنچتی ہے''

اور حدیث میں ہے:

''زمانہ کو گالی نہ دو کیونکہ بُرا بھلا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے'' (بخاری ومسلم)

یعنی خیر وشر کی وجہ لیل ونہار نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کارسازِ زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اچھے یا بُرے دن منانے کی کوئی اصل ہی تسلیم نہیں کی جیسا کہ آج کل محرم کے علاوہ بڑے بڑے لوگوں کے دن یا سالگرہ وغیرہ منائی جاتی ہیں۔

نوحہ اور ماتم ..... بزرگانِ ملت کی تعلیم کے خلاف اور ان کے مشن کی توہین ہے!

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پاکباز ہستیاں کس طرح صبر واستقلال کا پہاڑ ثابت ہوئیں۔ ان کے خلفا اور ورثا بھی ان کے نقش قدم پر چلے۔ نہ کسی نے آہ وفغاں کیا، نہ کسی نے ان کی برسی منائی، نہ چہلم۔ نہ روئے نہ پیٹے، نہ کپڑے پھاڑے، نہ ماتم کیا اور نہ تعزیہ کا جلوس نکال کر گلی کوچوں کا دورہ کیا بلکہ یہ خرافات سات آٹھ سو سال بعد تیمور لنگ بادشاہ کے دور میں شروع ہوئیں لیکن یہ سب حرکتیں اور رسوم ورواج نہ صرف روحِ اسلام اور ان پاکباز ہستیوں کی تلقین وارشاد کے خلاف ہیں بلکہ ان بزرگوں کی توہین اور غیر مسلموں کے لئے استہزاء کا سامان ہیں۔ اسلام تو ہمیں صبر واستقامت کی تعلیم دیتا ہے اور ﴿بَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ (صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو) کا مژدہ سناتا ہے:

﴿أَلَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ ''وہ لوگ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''

نوحہ اور ماتم کی مذمت [زبانِ رسالت سے]

نوحہ اور ماتم کی مذمت کے سلسلہ میں اگرچہ قرآن کریم کی کئی آیات اور احادیثِ نبویؐ سے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

استدلال کیا جاسکتا ہے بلکہ شیعہ حضرات کی بعض معتبر کتابوں سے ان کی ممانعت ثابت کی جاسکتی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف دو فرمان نبویؐ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

۱۔ قال رسول الله ﷺ ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية (بخاری ومسلم) ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص رخسار پیٹے، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کا واویلا کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے''

۲۔ قال رسول الله ﷺ انا برئ ممن حلق وصلق وخرق (بخاری ومسلم)

''جو شخص سر منڈوائے، بلند آواز سے روئے اور کپڑے پھاڑے، میں اس سے بیزار ہوں''

لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی دن ۱۰ محرم کو امام الانبیاء ﷺ کے نواسے حضرت حسینؓ ۶۱ ہجری کو کربلا کے میدان میں مظلوم شہید کئے گئے۔ اس واقعہ کا روزے کی فضیلت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ روزے کی فضیلت بہت پہلے آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے ثابت اور محقق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ تمام اہل اسلام کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اتحاد واتفاق سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

دس محرم کی فضیلت پر موضوع احادیث

عموماً اکثر مسلمان صومِ عاشوراء کے بارے میں ان احادیث پر ہی تکیہ کرتے ہیں جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں، بے بنیاد ومن گھڑت روایات پر عمل سے دور ہی رہتے ہیں مگر تعجب انگیز امر یہ ہے کہ عاشوراء کے سلسلے میں عوام تو درکنار، کئی ایک علماء اپنے خطبات اور تقریروں میں ایسی احادیث اور روایت کا ذکر کرتے ہیں جو اصلاً بے بنیاد اور باطل ہیں۔ اس موقع پر ہمارا دینی فریضہ ہے کہ حتی المقدور ہم اصل کو نقل سے علیحدہ کردیں۔ یہاں ہم عاشوراء سے متعلق مشہور کردہ چند احادیث کا ذکر کریں گے۔ نیز اس پر محدثین اور فقہاء کی آراء بھی ذکر کریں گے تاکہ ہر مسلمان سنت اور غیر سنت میں فرق کرسکے۔

☆ یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ

من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم تدمع عينه أبدا

''جس نے یوم عاشوراء کو سرمہ لگایا، اس کو کبھی آنکھ کا درد لاحق نہیں ہوگا''

ابن قیم نے المنار میں کہا ہے کہ سرمہ اور عطر لگانے والی احادیث کذابین کی اختراع ہیں۔ امام سخاویؒ نے المقاصد الحسنة میں حاکم اور بیہقی کے اقوال نقل کئے ہیں۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اسی سند کے ساتھ 'موضوعات' میں اس کا ذکر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یومِ عاشوراء کو سرمہ لگانا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے جس کو قاتلین حسین نے رواج دیا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی الأسرار المرفوعة میں اسی رائے کی موافقت کی ہے اور سیوطی کا حوالہ دیتے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہوئے انہوں نے اس کی ایک اور سند بھی نقل کی ہے جو ضعف پر مبنی ہے۔ امام شوکانیؒ نے الفوائد المجموعة للحاکم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حاکم کہتے ہیں کہ ابن عباس سے شروع ہونے والی اس حدیث کی سند میں جبیر ہے اور میں جبیر کے معاملے میں براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

☆ دوسری حدیث جو بیان کی جاتی ہے، یوں ہے کہ

من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنة ''جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی سے خرچ کرے گا، اللہ تعالیٰ سال بھر اس کو فراخی عطا فرمائے گا''

ابن قیم نے 'المنار' میں اس کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ امام احمد کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ عاشوراء کے دن سرمہ لگانے، زینت کرنے اور نوافل ادا کرنے اور وسعتِ رزق والی تمام احادیث باطل ہیں، ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیح نہیں۔

☆ تیسری حدیث یوں ہے کہ

من صام یوم عاشوراء کتب الله له عبادة ستین سنة

''یوم عاشوراء کو جس نے روزہ رکھا، اس کو ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب دیا جائے گا''

ابن قیم نے 'المنار' میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جس میں حبیب بن ابی حبیب ہے جو حدیث وضع کیا کرتا تھا۔

اسی طرح امام شوکانی نے اسی مفہوم کی ایک روایت الفوائد المجموعة میں نقل کی ہے جو یوں ہے: من صام یوم عاشوراء أعطی ثواب عشرة الاف ملك ''یومِ عاشوراء میں روزہ رکھنے والے کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب دیا جائے گا''۔ امام شوکانی کہتے ہیں کہ یہ موضوع حدیث ہے۔

ایک اور روایت انہوں نے نقل کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں کہ: ان الله افترض علی بنی اسرائیل صوم یوم فی السنة وهو یوم عاشوراء فصوموا ووسعوا علی أهلیکم فیه

''اللہ تعالیٰ نے قومِ بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن روزہ فرض کیا تھا اور وہ دن عاشوراء کا ہے۔ لہٰذا تم اس میں روزہ رکھو اور اپنے اہل وعیال پر فراخی سے خرچ کرو''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام شوکانیؒ نے اس کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔

آخر میں ہم شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ۹۹۹ھ میں لکھی گئی کتاب ''مؤمن کے ماہ وسال'' سے چند مزید ضعیف احادیث کا ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ موضوع مکمل ہوجائے:

(۱) مسند فردوس اور دیلمی کے حوالے سے حضرت علیؓ کی ایک روایت ذکر کی جاتی ہے

''انہوں نے کہا کہ تمام انسانوں کے سردار رسولِ اکرم ﷺ ہیں اور رومیوں کے سردار حضرت صہیبؓ رومی ہیں اور ایرانیوں کے سردار حضرت سلمانؓ فارسی ہیں اور حبشیوں کے سردار حضرت بلالؓ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہیں، پہاڑوں کا سردار طورِ سینا ہے، درختوں کا سردار سدرۃ المنتہیٰ ہے، مہینوں کا سردار ماہِ محرم ہے، دنوں کا سردار جمعہ ہے اور تمام کلاموں کا سردار قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ بقرہ ہے اور سورۂ بقرہ کا مغز آیت الکرسی ہے۔ آیت الکرسی میں پانچ خصوصی کلمے ہیں اور ہر کلمے میں پچاس برکتیں ہیں۔''

یہ روایت موضوع، من گھڑت اور بے سند ہے۔ کیونکہ دوسری روایاتِ صحیحہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ تمام انسانوں کے سردار اور رمضان مہینوں کا سردار ہے۔

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ دسویں محرم کے دن سرمہ لگانے سے سال بھر آنکھیں نہیں آتیں، دسویں محرم کے نہانے سے سال بھر بیماری نہیں آتی، دسویں محرم کو اپنے بال بچوں پر فراخی کرنے والے کو اللہ سال بھر وسعت وفراخی دیتا ہے۔ اس دن کی نماز افضل وبرتر ہے۔ دسویں محرم حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ حضرت نوح کی کشتی اسی دن کوہِ جودی پر ٹھہری۔ اسی دن حضرت ابراہیم کو آتش نمرود سے نجات ملی۔ اسی دن حضرت اسمٰعیل کے ذبح کے وقت آسمان سے دنبہ آیا اور فدیہ بنا۔ اسی دن حضرت یوسف، حضرت یعقوب کو دوبارہ ملے۔ یہ ساری روایات موضوع بے سروپا اور خود ساختہ ہیں۔

(۳) حضرت مجد الدین لغوی صاحب القاموس نے حاکمؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ دسویں محرم کو روزے کے سوا دیگر تمام کام مثلاً دسویں تاریخ کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا، اس دن جی کھول کر خرچ کرنا، خضاب، تیل یا سرمہ لگانا اور خصوصی کھانا یا کھچڑا پکانا ثابت شدہ نہیں اور اس سلسلے میں مروی تمام احادیث موضوع، خود ساختہ اور بہتان طرازی کے مترادف ہیں۔

(۴) ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کر کے اس طرح روایت کی جاتی ہے:

۱.....جس نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اس کے لیے اللہ نے ساٹھ سال کی عبادت لکھ دی جس میں نماز، روزے بھی شامل ہیں۔

۲.....جس نے دسویں محرم کا روزہ رکھا، اسے اللہ نے دس ہزار فرشتوں کی عبادت کا ثواب دیا۔

۳.....جس نے دسویں محرم کا روزہ رکھا، اسے اللہ نے ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا۔

۴.....جس نے دسویں محرم کا روزہ رکھا، اسے اللہ دس ہزار شہیدوں کا ثواب دیتا ہے۔

۵.....جس نے دسویں محرم کا روزہ رکھا، اسے اللہ تعالیٰ سات آسمانوں جتنا ثواب دیتا ہے۔

۶.....جس نے دسویں محرم کو کسی بھوکے کو کھانا کھلایا گویا اس نے پوری امتِ محمدیہ کے فقیروں کو کھانا کھلایا۔

۷.....جس نے دسویں محرم کو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے ہر بال کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کو جنت میں بلند مراتب دیئے جائیں گے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۸.....دسویں محرم کو ہی اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا۔
۹.....دسویں محرم کو ہی اللہ نے جبریل ،فرشتوں، حضرت آدم اور ابراہیم علیہم السلام کو پیدا کیا۔
۱۰.....دسویں محرم ہی کو اللہ نے لوح وقلم پیدا کیے۔
۱۱.....دسویں محرم کو ہی حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی۔
۱۲..... دسویں محرم کے دن ہی حضرت اسماعیل کو اللہ کے رستے میں قربان کیا گیا اور اللہ نے دنبے کی شکل میں ان کا فدیہ دیا۔
۱۳.....اسی تاریخ کو فرعون کو اللہ نے دریائے نیل میں غرق کیا۔
۱۴.....اسی تاریخ کو اللہ نے حضرت اِدریسؑ کو بلند درجات دیئے۔
۱۵.....اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
۱۶.....دسویں محرم کو ہی حضرت داوٗدؑ کی بھول چوک معاف کی گئی۔
۱۷.....دسویں محرم کو ہی اللہ تعالیٰ عرشِ معلیٰ پر بیٹھا۔
۱۸.....دسویں محرم کو ہی قیامت آئے گی۔

یہ تمام مذکورہ احادیث موضوع ،خود ساختہ، بے سند اور افترا پردازی کے مترادف ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے بھی ان کو 'موضوعات' میں درج کیا ہے۔

(۵) اسی طرح کچھ احادیث اس طرح بیان کی جاتی ہیں کہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھو کیونکہ

۱.....یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔
۲.....یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ادریسؑ کو بلند درجات عطا فرمائے۔
۳.....یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے نجات دی۔
۴.....یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت نوحؑ کو کشتی پر سے اتارا۔
۵.....یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کی۔
۶.....یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کی بجائے دنبے کا فدیہ دیا تھا۔
۷.....اس دن اللہ نے حضرت یوسفؑ کو جیل سے چھٹکارا دلایا تھا۔
۸.....اسی دن اللہ نے حضرت یعقوبؑ کو ان کی قوتِ بینائی واپس کی تھی۔
۹.....اس دن اللہ نے حضرت ایوبؑ سے مصیبتیں اور پریشانیاں دور کی تھیں۔
۱۰.....اسی دن اللہ نے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔
۱۱.....اسی دن اللہ نے دریا کو چیر کر بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنایا تھا۔
۱۲.....اسی دن حضرت موسیٰؑ نے دریائے نیل عبور کیا تھا۔
۱۳.....اسی دن حضرت یونسؑ کی قوم کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی تھی۔
۱۴.....اسی دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے گئے۔
۱۵.....اور جو اس دن روزہ رکھے گا، اس کے لیے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہ ساری احادیث موضوع، خود ساختہ، گھڑی ہوئی اور ناقابل اعتبار ہیں۔

(۶) کچھ احادیث اس طرح بیان کی جاتی ہیں کہ

۱.....سب سے پہلا دن دسویں محرم ہے جس میں اللہ نے دسویں محرم کا دن پیدا کیا۔

۲.....سب سے پہلا دن دسویں محرم ہے جس میں اللہ نے آسمان سے بارش برسائی۔

۳.....جس نے دسویں محرم کا روزہ رکھا، اس نے گویا زمانے کا روزہ رکھا۔

۴.....جس نے دسویں محرم کو شب بیداری کی تو اس نے گویا ساتوں آسمانوں کی مخلوق کے برابر اللہ کی عبادت کی۔

۵.....اس دن تمام انبیاء اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔

۶.....جس نے دسویں محرم کو چار رکعات اس ترتیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ ایک دفعہ، سورۃ اخلاص پچاس دفعہ پڑھی تو اللہ نے اس کے ماضی و مستقبل کے پچاس پچاس سال کے گناہ معاف کر دیئے اور ملاءِ اعلیٰ میں اس کے لیے ایک ہزار نوری منبر بنا دیئے۔

۷.....جس نے دسویں محرم کو ایک گھونٹ شربت پلایا تو اس نے گویا اللہ کی ایک لمحے کے لیے بھی نافرمانی نہیں کی۔

۸.....دسویں محرم کو جس نے اہل بیت کے مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھلایا تو وہ پل صراط سے بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا۔

۹.....دسویں محرم کو جس نے کچھ بھی خیرات کی تو گویا اس نے سال بھر اپنے در سے کسی سائل کو واپس نہیں کیا۔

۱۰.....دسویں محرم کو جس نے غسل کیا تو وہ مرضِ موت کے سوا کبھی بیمار نہ ہوگا۔

۱۱.....دسویں محرم کو جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو گویا اس نے دنیا جہاں کے تمام یتیموں کے ساتھ بھلائی کی۔

۱۲.....دسویں محرم کو جس نے بیمار کی تیمارداری کی تو گویا اس نے تمام اولادِ آدم کی تیمارداری کی۔

یہ ساری روایات اور احادیث موضوع، خود ساختہ اور بعض لوگوں کی اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

''ان میں بعض روایات کے سلسلہ رواۃ میں بعض صحیح اور ثقہ راویوں کا نام بھی ملتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ احادیث بنانے والوں نے احادیث گھڑ کر ان کو ثقہ راویوں کے نام منسوب کر دیا ہے تا کہ کچھ لوگ غلط فہمی میں ان کی صحت پر یقین کر لیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کہ دسویں محرم کے دن سوائے روزہ رکھنے کے اور کوئی کام مسنون نہیں اور دسویں محرم کی فضیلت میں یہ سب روایات خود ساختہ ہیں..... ماسوائے ان روایات کے جو مستند ذرائع سے ثابت ہیں'' ☆☆

~~اسی موضوع کے مکمل مطالعہ کیلئے محدث میں شائع شدہ یہ مضامین ضرور پڑھیں:~~ (۱) محرم الحرام غلطی ہائے مضامین مت پوچھ! از حافظ صلاح الدین یوسف، محدث: اپریل ۲۰۰۰ء (۲) یومِ عاشوراء کی شرعی حیثیت از علامہ ابن تیمیہؒ، محدث: اپریل ۲۰۰۰ء (۳) سانحہ کربلا میں افراط وتفریط از مولانا عبدالرحمٰن عاجز، محدث: مئی ۱۹۹۹ء (۴) محرم کی شرعی حیثیت: مارچ ۱۹۷۲ء

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مقالات

ڈاکٹر شبیر احمد منصوری☆

انبیاءِ کرامؑ کا تشریعی مقام ومرتبہ.....فکرِ رازیؒ کا مطالعہ

دین اسلام اَبدی دین ہے چنانچہ دین اسلام کے پیش کردہ بنیادی اُصول بھی اَبدی ہیں جیسے توحید، رسالت، آخرت، بندگیٔ ربّ، رضاءِ الٰہی وغیرہ۔ انبیاءِ کرام ہر دور میں انہی بنیادوں اور اُصولی باتوں کی دعوت پیش کرنے کے لئے تشریف لائے۔ کرۂ ارض پر جب بھی اور جہاں بھی ان کی بعثت ہوئی، ان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور قابل احترام 'شارع'① اور 'مطاع' کی تھی۔

رسول کا مقامِ مطاع

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:

''اگر مقامِ نبوت سمجھنے اور نبی و رسول کی معرفت حاصل کرنے کے لئے صرف قرآن ہی میں تدبر کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ رسول کی حیثیت صرف ایک پیغام رساں ہی کی نہیں ہوتی بلکہ رسول امام، ہادی، قاضی، شارع، حاکم اور مطاع ہوتا ہے''(۱)

قرآنِ مجید نے انبیاء و رسل علیہم السلام کے تشریعی مقام کی وضاحت بہت واضح اَلفاظ میں کردی ہے اور اللہ کے حکم سے ان میں سے ہر ایک کی اطاعت بھی لازمی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۲)

''ہم نے جو رسول بھی بھیجا، اسی لئے بھیجا کہ اذنِ خداوندی کی بنیاد پر اس کی اطاعت کی جائے''

محمد بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں: ''رسولوں کا مطاع ہونا قرآن کے نزدیک حق رسالت ہے اور ایک ایسا عام قانون ہے جس سے کبھی کوئی رسول مستثنیٰ نہیں رہا۔ ہر رسول اطاعت ہی کے لئے بھیجا گیا ہے''(۳)

سید مودودیؒ فرماتے ہیں: ''اللہ کا رسول قاضی، معلم و مربی، پیشوا، رہنما، حاکم و فرمانبردار اور شارع (Law Giver) ہوتا ہے۔''(۴)

فخر الدین رازیؒ قرآنی آیت ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۵) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: وما ارسلنا من هذا الجنس أحدا إلا كذا وكذا(۶)

''گروہِ انبیاء میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں مگر ہر ایک کو 'مطاع' بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب

① اللہ کی دی ہوئی شریعت چونکہ انبیاء کے ذریعے انسانوں تک پہنچتی اور ان پر نافذ ہوتی ہے لہٰذا مجازی معنی میں انہیں بھی 'شارع' کہہ دیا جاتا ہے وگرنہ درحقیقت شارع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

رازیؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"الآية دالة على أنه لا رسول إلا ومعه شريعة ليكون مطاعا في تلك الشريعة ومتبوعا فيها ..... والله تعالىٰ حكم على كل رسول بأنه مطاع"(۷)

''یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر رسول ایک شریعت لے کر آتا ہے اور وہ اپنی اس شریعت کے سلسلے میں مطاع ہوتا ہے اور ضروری ہے کہ اطاعت کے ساتھ اس کی اتباع بھی کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ ہر رسول مطاع ہوتا ہے''

قرآنِ مجید کی آیت: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ﴾(۸) ''موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور ان کے پیچھے لگاتار رسول بھیجے''..... معتزلہ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نبی صاحبِ شریعت نہیں ہوتا اور اس کی حیثیت و مقام شارع کا نہیں ہوتا جبکہ فخر الدین رازیؒ اس کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''اگر آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک ایک ہی شریعت ہے تو انبیاءِ کرام کی بعثت کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟''..... فخر الدین رازی کے نزدیک

''انبیاءِ کرام کی حیثیت کسی معاشرے کے لئے قاضی و شارع کی ہوتی ہے۔ معاشرتی زندگی جو انسانی وجود و بقا کے لئے ضروری ہے تو لازمی ہے کہ باہم ظلم و جور سے بچنے کے لئے کوئی شریعت ہو اور شارع بھی موجود ہو جو اخلاقیات، سیاسیات اور نظامِ معاشرت میں ان کی رہنمائی کرے''(۱۰)

فخر الدین رازی اتباع اور اطاعت کو رسالت کا حق جانتے ہیں۔ مقام رسالت میں یہ بات شامل ہے کہ انبیاء و رسل کے طرزِ عمل کی اتباع کی جائے۔ حکم الٰہی ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي﴾(۱۱) ''ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو''..... اتباع اور اطاعت حبِ الٰہی کی شرط ہے جبکہ حبِ الٰہی ایمان باللہ کی شرط ہے۔ رازی اس آیت مبارکہ کی توضیح و تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دلت الآية على أن محبة الله مستلزمة للمتابعة لكن المحبة واجبة بالاجماع ولازم الواجب واجب فمتابعته واجبة(۱۲)

''یہ آیت اس بات پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ کی محبت اتباع کو لازم ٹھہراتی ہے اور بالاجماع حبِ الٰہی واجب ہے۔ لہٰذا واجب کا جو لازمہ ہے وہ بھی واجب ہوتا ہے پس اس کی متابعت واجب ہے''

﴿مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ ..... رازیؒ اس حکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں: فإذا فعل فقد أتانا بالفعل، فوجب علينا أن نأخذه(۱۳) ''قول و فعل دونوں صورتوں میں رسولِ اکرم ﷺ جو فرمائیں یا نمونۂ عمل پیش کریں، اس پر عمل پیرا ہونا اور اس فرمان اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنا واجب اور لازم ہے۔ آپؐ کی اصل حیثیت و مقام یہ ہے کہ آپؐ کی تعظیم کی جائے اور تعظیم کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے کہ فکر وعمل میں آپؐ کی پیروی کی جائے''..... نیز فرماتے ہیں:

إنه لا نزاع فی وجوب تعظیم الرسول فیکون ورود الشرع بإیجاب ذلك التعظیم یقتضي وروده بان یجب علی الأمة الاتیان بمثل فعله (۱۴)

''رسول اللہ کی تعظیم کرنا بغیر کسی اختلاف کے فرض ہے اور شریعت کا آپ کی تعظیم کو فرض قرار دینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اُمت پر آپ کے اعمال وافعال کی پیروی کرنا فرض ہے۔''

مقامِ رسالت..... قرآنی توضیحات

رسول کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی عملی صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا فی الواقع اللہ کے ساتھ بیعت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے اللہ ہی کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر انسانی زندگی کے معاملات میں باہمی نزاع واختلاف واقع ہوجائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ باہمی تنازعات کی ایسی صورتِ حال میں اہل ایمان کو من مانی کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے فیصلوں سے روگردانی یا انحراف کرنے کا بالکل اختیار نہیں ہے۔ الٰہی فرمودات پر ایک نظر ڈالئے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۱۵)

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی''

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ (۱۶)

''اے نبی جو لوگ تم سے بیعت کررہے تھے، وہ دراصل اللہ سے بیعت کررہے تھے''

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (۱۷)

''کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے''

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (۱۸)

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو''

سید مودودیؒ فرماتے ہیں:

''رسولؐ، اللہ کی طرف سے مامور کیا ہوا فرمانروا ہے۔ اس کی فرمانروائی اس کے منصب رسالت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا رسول ہونا ہی اللہ کی طرف سے اس کا حاکم مطاع ہونا ہے۔ اس کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے اور اس سے بیعت دراصل اللہ سے بیعت ہے، اس کی اطاعت نہ کرنے کے معنی اس کی نافرمانی کے ہیں'' (۱۹)

انبیاءِ کرام کی رشد وہدایت کی تحریک خود ساختہ نہیں ہوتی۔ ان کی نبوت ورسالت کا مقام، اکتساب

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اورمحنت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ منصبِ رسالت پرانہیں اللہ تعالیٰ فائز فرماتا ہے جس کا مقصد فکروعمل اور شب و روز کے سارے کاموں میں انسانوں کو رہنمائی دینا اوران کے سامنے بہترین نمونہ عمل پیش کرنا ہوتا ہے۔ ارشادِالٰہی ہے:﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا﴾(۲۰)

رسول، اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہادی اور امام ہوتے ہیں(۲۱)۔اللہ کا رسول امرونہی کا اختیار رکھتا ہے اور شارع ہوتا ہے۔قرآن مجید کے بیان میں اس سلسلے میں کوئی ابہام نہیں ہے:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾(۲۲)

''وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اوران پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جوان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے''

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

''آیت کے الفاظ اس امر میں بالکل صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کوتشریعی اختیارات عطا کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے امرونہی، تحلیل وتحریم صرف وہی نہیں ہے جوقرآن میں بیان ہوئی ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کا حلال وحرام ٹھہرایا ہوا اور آپ کا امرونہی اللہ کے دیئے ہوئے اِختیارات سے ہے''(۲۳)

ڈاکٹرمصطفیٰ سباعی انبیاءِ کرام کے تشریعی مقام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فقد جاء ت أحاديث كثيرة تدل على أن الشريعة تتكون من الأمرين معا ـ الكتاب والسنة ـ وأن فى السنة ما ليس في الكتاب وأنه يجب الأخذ بما فى السنة من الأحكام كما يؤخذ بما فى الكتاب"(۲۴)

''بے شمار اَحادیث وارد ہوئی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ شریعت دو اُصولوں سے بنتی ہے: کتاب اور سنت۔اور سنت میں وہ کچھ ہوتا ہے جو کتاب میں نہیں ملتا۔تو جس طرح قرآن سے اَحکام اخذ کرنا واجب ہے، اسی طرح سنت سے احکام اَخذ کرنا بھی واجب ہے''

رسول بحیثیتِ حَکم وقاضی

انسانی معاشرت میں فطری طور پربعض معاملاتِ زندگی میں باہم اختلاف ونزاع واقع ہوجاتا ہے۔ ایسے مواقع پر فیصلہ کون کرے اور فیصلے کا اصول کیا ہو؟ وحی الٰہی اس کا واضح جواب یہ دیتی ہے کہ نزاعی معاملات کا فیصلہ قرآنی اَحکام وتعلیمات کی بنیاد پر ہوتا اورحکم وقاضی رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ بلکہ آپ کا مقام وحیثیت یہ ہے کہ جب تک آپ کواپنے معاملات میں حکم وقاضی نہ مانا جائے اور آپ کے فیصلوں کے سامنے سرِتسلیم خم نہ کیا جائے اس وقت تک کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے اس مقام اور حیثیت کی وضاحت یوں کرتا ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (۲۵)

''نہیں اے محمد! تمہارے ربّ کی قسم یہ کبھی مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کرلیں''۔

فخر الدین رازی ختم المرسلین ﷺ کے تشریعی مقام کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ ختم المرسلین ہیں اور آپؐ کی شریعت آخری شریعت ہے، لہٰذا اب ہر صورت میں آپؐ کو آخری شارع ماننا ہوگا اور آپ کے لائے ہوئے شرعی اَحکام، قرآن وسنت ضابطہ زندگی قرار پائیں گے۔ ہر رسول شریعت لے کر آیا لیکن محدود وقت کے لئے۔ خود رسول اکرم ﷺ اپنی بعثت کے وقت کسی شریعت پر نہ تھے کیونکہ سابقہ انبیاء کرام کی شریعتیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر منسوخ ہوگئیں جبکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث اور شرک وکفر اختیار کرنے کی وجہ سے ختم ہوچکی تھی۔ چنانچہ نبیٔ آخر الزمان کے آجانے کے بعد سابقہ تمام انبیاءِ کرام کا تشریعی مقام ختم ہوچکا تھا اور کوئی بھی شریعت موجود نہ تھی۔ (۲۶)

اسلام، ساری انسانیت کا ایک ہی دین

قرآن مجید اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ روزِ اول سے انسانیت کا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ دین اسلام ہی تمام انسانوں کے لئے شاہراہِ ہدایت ہے اور دنیوی و اُخروی فوز وفلاح کا بہترین نسخہ ہے۔ قرآن مجید دین اسلام کو دین حق، دین فہم اور دین فطرت قرار دیتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں یہ بات بھی کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اگر دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ مذکورہ حقائق کو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے، فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الإِسْلَامُ﴾ (۲۷) ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''

﴿أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ﴾ (۲۸)

''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں''

﴿أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (۲۹)

''اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی ٹھیٹھ سیدھا طریق زندگی ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں''

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اللّٰهِ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (٣٠)

''پس یکسو ہوکر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہوجاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی، یہی بالکل 'راست اور درست دین' ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں''

دین اسلام فطری نظامِ زندگی ہے۔ دین حق ہے اور اللہ کا دین ہے لہٰذا جو کوئی کسی دوسرے طریقے کو اپنے جینے مرنے کے لئے پسند کرے گا تو یہ روش ہرگز قابل قبول نہ ہوگی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (٣١)

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھائے گا''

چونکہ دین حق ہی دراصل وہ واحد دین ہے جو واقعۃً دنیا و آخرت میں انسانی فلاح کی حقیقی ضمانت دیتا ہے لہٰذا دیگر اَدیانِ عالم پر اس سچے دین کو غلبہ دینے کے لئے خاتم الانبیاء حضرت محمد مجتبیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی، فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَو كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (٣٢) ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے دیگر تمام مذاہب پر غالب کردے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''

رسول اکرم ﷺ نے دعوت وتبلیغ، ہجرت و جہاد اور شب و روز کی محنت سے اللہ کی دھرتی پر دین اسلام کو جاری وساری اور غالب کردیا۔ آپؐ ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے تفصیلی ضابطوں اور اَحکام کی تکمیل فرمادی۔ تکمیل دین کی یہ نوید سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (٣٣) ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے''

مذکورہ آیات سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سارے انسانوں کے لئے خیر وفلاح کا اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا بس ایک ہی رستہ ہے اور وہ ہے اللہ کا دین: 'اسلام' البتہ جو اختلاف ہے وہ ہر دور کی شریعت اور تفصیلی اَحکام کا اختلاف ہے اور یہ اس لئے کہ انسانی مصلحت کا تقاضا ہو تو وہاں شرعی اَحکام اور فروع میں کمی بیشی اور ردّوبدل ضروری ہوجاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: ''انبیاءِ کرام کا دین ایک ہی ہے۔ ان سب نے اسی کی تبلیغ کی ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے وہی دین واجب الاتباع ہے''۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

إِبْرٰهِيمَ وَمُوسىٰ وَعِيسىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (٣٤)

''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''

مناہج وشرائع کا اختلاف

دین کی اس یکسانیت کے باوجود مختلف اُمتوں کے لئے ان کے خصوصی حالات اور مصلحتوں کے مطابق اکثر ان کی شریعت، ضوابط اور قوانین میں فرق موجود تھا۔ یہاں تک کہ دین اسلام کی تکمیل ہوگئی اور نبوت و رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند کردیا گیا۔ مختلف اُمتوں کی مصلحتوں اور ان کے اَحکام میں اختلاف کے بارے میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

والشرائع مصالح تختلف باختلاف الأحوال والأوقات فلكل وقت حكم يكتب على العباد أي يفرض عليهم على ما يقتضيه استصلاحهم (٣٥)

''شریعتوں کی مصلحتیں ہوتی ہیں جن میں احوال و اوقات کے مختلف ہونے کی وجہ سے باہم اختلاف ہوتا ہے۔ ہر وقت اور زمانے کے لئے ایک حکم ہوتا ہے جو بندوں کو دیا جاتا ہے یعنی اس حکم کی فرضیت بتقاضائے مصلحت ان پر کی جاتی ہے''

فخر الدین رازیؒ اختلافِ شرائع اور دین کی تکمیل کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن الدين ما كان ناقصا البتة بل كان أبداً كاملا يعنى كانت الشرائع النازلة من عند الله فى كل وقت كافية فى ذلك الوقت ..... وما فى آخر زمان المبعث فأنزل الله شريعة كاملة وحكم ببقائها إلى يوم القيمة ..... فالشرع أبدا كان كاملا..... إلا أن الأول كمال إلى زمان مخصوص..... والثانى كمال إلى يوم القيمة فلأجل هذا المعنىٰ قال: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾" (٣٦)

''دین اسلام کبھی بھی ناقص نہیں رہا۔ ہر دور میں نازل ہونے والی شریعتیں اپنے اپنے دور کے لئے کافی تھیں، لیکن آخری بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مکمل شریعت اُتاری اور قیامت تک اس کے باقی اور جاری رہنے کا حکم فرمایا۔ اب اس میں کسی حذف واضافہ اور نسخ وترمیم کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ شریعت ہمیشہ مکمل تھی، ہر پہلی شریعت اس زمانے کے لئے مکمل تھی اور یہ آخری شریعت قیامت تک کے لئے مکمل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا ہے۔''

آپؐ کے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نئی شریعت۔ خاتم الانبیاء والرسل کی لائی ہوئی شریعت

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قیامت تک رہنے والی ہے۔ جبکہ آپ ہر اَسود واحمر، عربی وعجمی کے لئے اللہ کے آخری رسول اور رہنما ہیں..... کچھ اُصولی باتوں کی دعوت پر انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اتفاق و اتحاد کا تذکرہ کرتے ہوئے فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

فیجب أن یکون المراد منه الأمور التی لا تختلف باختلاف الشرائع، وهی الایمان بالله وملئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر والإیمان یوجب الإعراض عن الدنیا والاقبال علی الآخرة والسعی فی مکارم الاخلاق والاحتراز عن رذائل الأحوال.....الخ (۳۷)

''اختلافِ شرائع کے باوجود وہ اصول جن میں انبیاءِ کرام کی دعوت یکساں رہتی ہے، وہ ہیں: اللہ، ملائکہ، کتب، رسولوں اور آخرت پر ایمان اور ایمان دنیا سے اِعراض اور آخرت کی طرف توجہ کا تقاضا کرتا ہے۔ مکارمِ اخلاق کیلئے سعی وکوشش اور رذائل اخلاق سے احتراز کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ عدل واحسان اور صدق ساری شریعتوں میں پسندیدہ ہے جبکہ کذب، ظلم اور ایذا ناپسندیدہ ہے''

قرآن مجید کی اس طرح کی آیات کا جن میں تمام انبیاء کرام کا دین ایک ہی بتایا گیا ہے، دوسری آیات سے بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَّلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (۳۸)

''ہم نے تم (انسانوں) میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بھی بنا سکتا تھا، لیکن اس نے یہ اس لئے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو''

فخر الدین رازیؒ ایسی آیاتِ قرآنیہ میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

النوع الأول من الآیات مصروف إلی ما یتعلق بأصول الدین..... والنوع الثانی مصروف الی ما یتعلق بفروع الدین (۳۹)

''پہلی قسم کی آیات کا تعلق اُصولِ دین سے ہے، جبکہ دوسری آیات کا تعلق فروعِ دین سے ہے''

رازی 'شرعة ومنهاجا' سے مراد مختلف شرائع لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تورات شریعت ہے، انجیل شریعت ہے اور قرآن شریعت ہے، جبکہ اختلافِ شرائع کی حکمت مکلّفین کے جذبہ اطاعت کی آزمائش ہے۔'' (۴۰)

انبیاء کرام علیہم السلام کا تشریعی مقام یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی اُمتوں کو اصولِ دین کی تعلیم دینے کے ساتھ فروع کے سلسلے میں حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اَحکام دیتے رہے۔ ان سب کا مقام

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اپنی اپنی امت کے لئے حاکم، قاضی اور شارع کا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان سے خطاب فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾(۴۱)

''اس کے بعد اے نبی! ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے''

شریعت کی جو تفصیلات آپ لے کر آئے، اب قیامت تک ان میں کسی تغیر وتبدل کی ضرورت نہیں رہی۔ آپؐ دائمی وکامل شریعت کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں جسمیں جامعیت اور ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ آپؐ کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں، لہٰذا آپؐ تمام شارعین کرام کے اِمام اور 'خاتم' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

''دلائل عقلیہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ دنیا وآخرت میں انسانی کمال یہ ہے کہ وہ حق کو جانے اور خیر کو پہنچانے تاکہ اس پر عمل پیرا ہوسکے۔ بہترین عمل دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف توجہ کرنا ہے۔ انسانی امارت کا تعلق ان دونوں باتوں سے ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاءِ کرام پہلے انبیاءِ کرام کی شریعتوں کو منسوخ کرتے رہے۔ مگر یہ نسخ اصل میں مقصود نہیں ہوتا بلکہ کچھ امورِ زائدہ میں واقع ہوتا ہے''۔(۴۲)

دوسری بات یہ ہے کہ بنیادی قواعد اور اُصولی باتوں میں شریعتوں کا باہم فرق نہیں ہے۔ فرق دراصل فروع اور زوائد میں ہے۔ رازی فرماتے ہیں: "التفاوت فی الشرائع ما وقع فی هذه القواعد الشرعية والمهمات الأصلية وإنما واقع فی الفروع والزوائد"(۴۳)

تکمیل شریعت..... رازی کا تجزیہ وتبصرہ

فخر الدین رازیؒ رسول ﷺ کے تکمیلی کام کے بارے میں تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں

''انبیاء ورسل اَرواحِ بشریہ کا علاج کرتے ہیں اور ان کا رُخ غیر اللہ سے موڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف کرتے ہیں۔ انبیاءِ کرام میں سے جس درجے میں بھی ان فوائد کا گذر ہوگا وہ اسی قدر عظیم اور کامل ہوگا۔ جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت بنی اسرائیل تک محدود تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا اثر بہت تھوڑے لوگوں پر ظاہر ہوا۔ نصاریٰ نے باپ بیٹا اور روح القدس کی تثلیث کا فاسد عقیدہ گھڑ کر بدترین کفر کا ارتکاب کیا اور یہ ان کی بدترین جہالت تھی۔ اور یہ چیز کسی نبی کی پاکیزہ اور خالص دعوت سے بعید تر ہے۔ جبکہ ان کی دعوت خالص توحید وتنزیہ کے عقیدے پر مشتمل تھی۔ مجوسی دو خداؤں کی پوجا پاٹ کا غلط نظریہ رکھتے تھے اور بہنوں، بیٹیوں کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھتے تھے۔ صائبین کواکب پرستی کا شکار تھے اور بت پرست شجر وحجر کی پرستش میں مگن تھے''

''ان حالات میں محمد رسول اللہ ﷺ دعوتِ توحید لے کر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پورے عالم کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ آپؐ کی آمد سے اَدیانِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ کا خاتمہ ہوگیا۔ توحید کے چراغ روشن ہوگئے، انسانی قلوب توحید وتنزیہ کے پاکیزہ اور سچے اَفکار سے معمور ہوگئے۔ بیمار دلوں اور تاریک سینوں کے لئے محمد ﷺ کی دعوت تاثیر کے اعتبار سے دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر تھی۔ لہٰذا محمد مجتبیٰ ﷺ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے افضل ہیں۔ روحانی علاج کی تاثیر اور ہمہ گیر شریعت اور عالمی اثرات کے اعتبار سے ختم المرسلین، رحمۃ للعالمین کے کمالات کا کوئی ثانی نہیں''.....صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (۴۴)

یہود و نصاریٰ، مجوس اور دنیا بھر کے مشرکین گم کردہ راہ ہیں۔ فکر وعمل کے اعتبار سے حیران وسرگرداں ہیں۔ تاریکیوں نے انہیں گھیر رکھا ہے۔ حصولِ سعادت کے لئے انہیں دین اسلام کی طرف پلٹنا ہوگا۔ بے خبری کی دنیا سے نکل کر قرآنی سچائیوں کا اعتراف واقرار کرنا ہوگا۔ دل ودماغ کی تاریکیوں اور تنگ گھاٹیوں سے نکل کر دین فطرت کے پیش کردہ شرعی قواعد وقوانین کو زندگی کا حصہ بنانا ہوگا۔ علم وبصیرت اورانسانی عقل وفہم اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ دین اسلام آخری شریعت اور حضرت محمد مجتبیٰ ﷺ آخری شارع ہیں۔ دین اپنی اسی خوبصورت شکل میں ایمان وامن کی ضمانت دیتا ہے اور رہتی دنیا تک کے سارے انسانوں کے مسائل کا حل اوران کے ذہنی سوالات اور اضطراب کا جواب پیش کرتا ہے۔ دین اسلام فی الواقع انسانی دکھوں کا مداوا ہے۔ دنیا وآخرت کے لئے فلاح اورراہِ نجات ہے!

۱۔ معارف الحدیث: ۴۱/۱ ۲۔ النساء: ۶۴/۴ ۳۔ ترجمان السنۃ: ۱۵۳/۱
۴۔ سنت کی آئینی حیثیت: ص ۸۵ ۵۔ النساء: ۶۴/۴ ۶۔ مفاتیح الغیب: ۱۲۸/۹
۷۔ مفاتیح الغیب: ۱۲۹/۹ ۸۔ البقرۃ: ۸۷/۲ ۹۔ مفاتیح الغیب: ۱۶۱/۳
۱۰۔ المباحث الشرقیۃ: ۵۲۴/۲ ۱۱۔ آل عمران: ۳۱/۳ ۱۲۔ المحصول فی علم الاصول: ص ۳۴۹
۱۳۔ المحصول فی علم الاصول: ص ۳۴۹ ۱۴۔ ایضاً: ص ۳۵۷ ۱۵۔ النساء: ۸۰/۴
۱۶۔ الفتح: ۱۰/۴۸ ۱۷۔ الاحزاب: ۳۶/۳۳ ۱۸۔ النساء: ۵۹/۴
۱۹۔ سنت کی آئینی حیثیت: ص ۸۳ ۲۰۔ الانبیاء: ۷۳/۲۱ ۲۱۔ معارف الحدیث: ۴۳/۱
۲۲۔ الاعراف: ۱۵۷/۷ ۲۳۔ سنت کی آئینی حیثیت: ص ۷۹/ حفاظت حدیث: ص ۷۲
۲۴۔ النبۃ ومکانتھا.....: ص ۴۳۰ ۲۵۔ النساء: ۶۵/۴ ۲۶۔ المحصل حاشیہ: ص ۱۱
۲۷۔ آل عمران: ۱۹/۳ ۲۸۔ آل عمران: ۸۳/۳ ۲۹۔ یوسف: ۴۰/۱۲
۳۰۔ الروم: ۳۰/۳۰ ۳۱۔ آل عمران: ۸۵/۳ ۳۲۔ الصف: ۹/۶۱
۳۳۔ المائدۃ: ۳/۵ ۳۴۔ حجۃ اللہ البالغۃ: ۴۵۸/۱ ۳۵۔ الکشاف: ۴۱۶/۲
۳۶۔ مفاتیح الغیب: ۱۰۹/۱۱ ۳۷۔ مفاتیح الغیب: ۱۳۵/۲۷ ۳۸۔ المائدۃ: ۴۸/۵
۳۹۔ مفاتیح الغیب: ۱۲/۱۲ ۴۰۔ مفاتیح الغیب: ۱۲/۱۲ ۴۱۔ الجاثیۃ: ۱۸/۴۵
۴۲۔ المطالب العالیۃ: ۸۷/۹ ۴۳۔ المطالب العالیۃ: ۸۸/۹ ۴۴۔ المطالب العالیۃ: ۱۲۲/۹

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مصادر ومراجع

خالد علوی، ڈاکٹر پروفیسر حفاظتِ حدیث۔ الفصیل ناشران کتب لاہور، ۱۹۹۹ء

رازی فخر الدین محمد بن عمرؒ مفاتیح الغیب۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۰ء

رازی فخر الدین محمد بن عمرؒ المباحث المشرقیہ۔ دارالمعارف النظامیہ حیدرآباد دکن، ۱۳۴۳ھ

رازی فخر الدین محمد بن عمرؒ المحصول فی علم اصول الفقہ۔ جامعۃ الامام محمد السعودیۃ، ۱۹۷۹ء

رازی فخر الدین محمد بن عمرؒ المحصل.....، جامعۃ الامام محمد السعودیۃ، ۱۹۷۹ء

رازی فخر الدین محمد بن عمرؒ المطالب العالیۃ، دارالکتب العربی بیروت، ۱۹۸۷ء

زمخشری محمود بن عمرؒ الکشاف۔ مطبعۃ الاقامۃ القاھرہ، ۱۹۵۳ء

السباعی مصطفیٰ الدکتور السنۃ ومکانتھا فی التشریح الاسلامی، مکتبہ دارالعروبۃ قاہرۃ، ۱۹۸۱ء

شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ۔ قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۳ء

میر محمد بدر عالم ترجمان السنۃ۔ مکتبہ مدینہ، اردو بازار لاہور، (س، ن)

مودودی ابوالاعلیٰ سید سنت کی آئینی حیثیت۔ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۱ء

نعمانی منظور معارف الحدیث، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۳ء

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

CPL No. 177 Vol: 33 No: 4

MONTHLY
MUHADDIS
LAHORE

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں..... لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں..... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے..... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے..... لیکن

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے..... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

..... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات وامتیاز سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی شمارہ: ۲۰ روپے زرِسالانہ: ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
99-J, Model Town, Lahore-54700. Phones: 5866476, 5866396